Islamic Family Magazine | رنگین شمارہ

ماہنامہ

فیضانِ مدینہ

(دعوتِ اسلامی)

مئی 2024ء/ ذوالقعدۃ الحرام 1445ھ

- قرآنِ کریم کی دعوتِ فکر و تدبر 06
- حضرت سیدنا الیاس علیہ السلام 14
- پہلے خبر کنفرم کر لیجئے 24
- علامہ مفتی نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتیں 25
- تھوڑا کھانا پورا ہو گیا 44

فرمانِ امیرِ اہلِ سنّت دامت برکاتہم العالیہ

وہی عقلمند کامیاب ہے جس نے اپنی عقل کو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اِطاعت میں استعمال کیا۔

سُوجن کا روحانی علاج

اگر بدن پر کہیں وَرَم یعنی **سُوجن** ہو گئی ہو تو

"لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ"

67 بار لکھ (یا لکھوا) کر اپنے پاس رکھئے یا تعویذ بنا کر پہن لیجئے اِنْ شَآءَ اللہ وَرَم دُور ہو جائے گا۔ (بیمار عابد، ص 37)

نیک رشتہ ملنے کیلئے

جن لڑکیوں کی شادی نہ ہوتی ہو یا منگنی ہو کر ٹوٹ جاتی ہو

نمازِ فجر کے بعد

یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَام

312 بار پڑھ کر اپنے لئے نیک رشتہ ملنے کی دعا کریں، اِنْ شَآءَ اللہ جلد شادی ہو اور خاوند بھی نیک ملے۔

(مینڈک سوار بچھو، ص 23)

تِلّی کی بیماری کا روحانی علاج

سورۂ رحمٰن

اس سورہ کو لکھ کر اور دھو کر **طُحال** (تِلّی کی بیماری) کے مریض کو **پلانا** بہت مفید ہے۔

(مدنی پنج سورہ، ص 95)

اپنڈکس کا روحانی علاج

آیَۃُ الْکُرْسی 11 بار اور یَا عَظِیْمُ 7 بار (اوّل آخر تین بار دُرُود شریف) پڑھ کر ایک چٹکی نمک پر دَم کر کے اس کو پانی میں ڈال کر پی لیجئے۔ یہ عمل دن میں تین بار کیجئے۔ اِنْ شَآءَ اللہ اپنڈکس ختم ہو جائے گا۔ (بیمار عابد، ص 43)

بفیضانِ نظر سراجُ الْاُمَّہ، کاشِفُ الْغُمَّہ، امامِ اعظم، حضرت سیّدُنا **امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابِت** رحمۃ اللہ علیہ

بفیضانِ کرم اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سنّت، مجدِّدِ دین وملّت، شاہ **امام احمد رضا خان** رحمۃ اللہ علیہ

فَیضانِ مَدِینَہ

(دعوتِ اسلامی)

قراٰن وحدیث
قدموں کے نشانات 3
قراٰنِ کریم کی دعوتِ فکر وتدبر 6
نعمت ملے تو شکر، مصیبت پہنچے تو صبر 8

فیضانِ سیرت
دیہات والوں کے سوالات اور رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے جوابات 10
رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا خادمین کے ساتھ انداز 12
حضرت سیدنا الیاس علیہ السّلام (قسط:01) 14

فیضانِ امیرِ اہلِ سنّت
زکوۃ کے پیسے مسجد میں لگانا کیسا؟ مع دیگر سوالات 16

دارالافتاء اہلِ سنّت
بلڈر کا مزید رقم طلب کرنا کیسا؟ مع دیگر سوالات 18

مضامین
کام کی باتیں 20
اسلام اور تعلیم (پانچویں اور آخری قسط) 22
پہلے خبر کنفرم کر لیجئے 24
علامہ مفتی نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتیں 25
خود نمائی 27
قیامت کے دن نور دلانے والی نیکیاں 30

تاجروں کے لئے
احکامِ تجارت 32

بزرگانِ دین کی سیرت
حضرت اَبو قَتادہ رضی اللہ عنہ 34
حضرت عبیدُاللہ بن عباس رضی اللہ عنہما 36
اپنے بزرگوں کو یاد رکھئے 37

قارئین کے صفحات
نئے لکھاری 39

بچّوں کا ”فیضانِ مدینہ“
نیکی کیا ہے؟ / حروف ملائیے! 43
تھوڑا کھانا پورا ہو گیا 44
خطبے کے دوران 45
بچوں کی ہچکچاہٹ بھگائیں، انہیں پُراعتماد بنائیں 47

اسلامی بہنوں کا ”فیضانِ مدینہ“
بیٹیوں کو آدابِ زندگی سکھائیں 49
اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل 51

PRINTER, PUBLISHER, EDITOR AND OWNER
HAMJANI SHABBIRBHAI RAJAKBHAI
BUTVALA'S CHAWL,
NR. CENTRAL WARE HOUSE,
DANILIMDA, AHMEDABAD-380028.
(GUJARAT)

PLACE OF PRINTING
MODERN ART PRINTERS
OPP : PATEL TEA STALL,
DABGARWAD NAKA,
DARIYAPUR, AHMEDABAD-380001.

قدموں کے نشانات

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰى وَ نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَ اٰثَارَهُمْ ﳳ﴾ ترجمۂ کنزُالعرفان: بیشک ہم مُردوں کو زندہ کریں گے اور ہم لکھ رہے ہیں جو (عمل) انہوں نے آگے بھیجا اور ان کے پیچھے چھوڑے ہوئے نشانات کو۔ (پ22، یٰسٓ:12)

تفسیر: آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک قیامت کے دن ہم اپنی کامل قدرت سے مُردوں کو زندہ کریں گے اور دنیا میں انہوں نے جو اچھے یا برے اعمال کئے وہ ہم لکھ رہے ہیں تاکہ ان کے مطابق انہیں جزا دی جائے اور ہم ان کی وہ نشانیاں اور وہ طریقے بھی لکھ رہے ہیں جو وہ اپنے بعد چھوڑ گئے خواہ وہ طریقے نیک ہوں یا برے۔ (تفسیر کبیر، یٰسٓ، تحت الآیۃ:12، 9/257، 258)

آیت کے ذکر کردہ حصے میں مجموعی طور پر تین باتیں بیان فرمائی گئی ہیں: (1) اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰى ترجمہ: بیشک ہم مُردوں کو زندہ کریں گے۔ (2) وَ نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا ترجمہ: اور ہم لکھ رہے ہیں جو (عمل) انہوں نے آگے بھیجا۔ (3) وَ اٰثَارَهُمْ ترجمہ: (ہم لکھ رہے ہیں) ان کے پیچھے چھوڑے ہوئے نشانات کو۔

آیت کے پہلے حصے میں عقیدۂ قیامت کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مردوں کو زندہ فرمائے گا جس میں لوگوں کے اعمال کا حساب ہوگا اور وہ اعمال ابھی سے لکھے جارہے ہیں جیسا کہ آیت کے اگلے حصے میں بیان فرمایا۔

آیت کے دوسرے حصے میں اعمال کا لکھا جانا مذکور ہے، فرمایا: وَ نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا اور ہم لکھ رہے ہیں جو (عمل) انہوں نے آگے بھیجا۔ اس سے مراد وہ اعمال ہیں جو انسان خود کرتا ہے جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تلاوت، ذکر، درود وغیرہا۔

آیت کے تیسرے حصے میں مزید چیزوں کے لکھے جانے کا بیان ہے، فرمایا: وَ اٰثَارَهُمْ (ہم لکھ رہے ہیں) ان کے پیچھے چھوڑے ہوئے نشانات کو۔ آثار یعنی نشانات کی چار تفسیریں ہیں:

ایک تفسیر یہ ہے کہ لوگ دین سے تعلق رکھنے والے جو نئے طریقے ایجاد کرکے اپنے پیچھے چھوڑ گئے وہ لکھے جارہے ہیں۔ یہ طریقے اچھے بھی ہوسکتے ہیں اور برے بھی، دونوں کا حکم جدا جدا ہے۔ اچھے نئے دینی طریقے کو "بدعتِ حَسَنہ" کہتے ہیں جیسے قرآن مجید کو ایک کتابی شکل میں جمع کرنا، مسجدوں کی زیب و زینت کرنا، محراب و مینار بنانا، صرف و نحو وغیرہ علوم ایجاد کرنا، ایصالِ ثواب کی مختلف صورتیں مثلاً سوئم، چالیسواں، برسی جاری کرنا، سیرت و میلاد کے جلسے اور محبتِ رسول صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے اظہار کے نئے انداز شروع کرنا جیسے محفل و جلوسِ میلاد وغیرہ۔ ان نئے طریقوں کے بنانے والوں اور ان پر عمل کرنے والوں دونوں کو ثواب ملتا ہے۔

اس کے مقابلے میں دین کے نام پر برے طریقے بنانا ہے جنہیں بدعتِ سَیِّئَہ یعنی بری بدعت کہتے ہیں، اس طریقے کو شروع کرنے والے اور عمل کرنے والے دونوں گناہ گار ہوتے ہیں۔ ان دونوں طریقوں کے متعلق سیّدُ المرسلین صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے بہت وضاحت سے ارشاد فرمایا: "جس شخص نے اسلام

میں نیک طریقہ جاری کیا، اسے طریقہ جاری کرنے کا بھی ثواب ملے گا اور اس پر عمل کرنے والوں کا بھی ثواب ملے گا اور عمل کرنے والوں کے اپنے ثواب میں کچھ کمی نہ کی جائے گی اور جس نے اسلام میں برا طریقہ جاری کیا تو اس پر وہ طریقہ جاری کرنے کا بھی گناہ ہوگا اور اس طریقے پر عمل کرنے والوں کا بھی گناہ ہوگا اور ان عمل کرنے والوں کے اپنے گناہ میں کچھ کمی نہ کی جائے گی۔" (مسلم، ص394، حدیث:1017)

نامہ اعمال میں لکھے جانے والے آثار یعنی نشانات کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ انسان کے وہ اچھے برے اعمال جو بدعت میں داخل نہیں لیکن دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی جاری رہتے ہیں۔ **جیسے اچھے اعمال کی یہ مثالیں کہ** 1 کوئی شخص دین کا علم پڑھاتا ہے، پھر اس کے شاگرد اپنے استاد کی وفات کے بعد بھی اس علم کی اشاعت کرتے رہتے ہیں۔ 2 کوئی شخص دینی مدرسہ بنا دیتا ہے اور بانی کی وفات کے بعد بھی طلباء دین کا علم حاصل کرتے رہتے ہیں۔ 3 کوئی انسان کسی دینی موضوع پر کتاب تصنیف کرتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد بھی اس کتاب کی اشاعت ہوتی رہتی ہے۔ 4 کوئی شخص مسجد بنا دیتا ہے جس میں اس کے مرنے کے بعد بھی لوگ نمازیں پڑھتے رہتے ہیں۔ 5 کوئی شخص کنواں کھدوا کر یا بورنگ کروا کر لوگوں کے لئے پانی کا انتظام کر دیتا ہے اور لوگ اس کے مرنے کے بعد بھی پانی حاصل کرتے رہتے ہیں۔

اور **بُرے اعمال کی یہ مثالیں کہ** 1 کوئی شخص فلم اسٹوڈیو، سینما گھر، ویڈیو شاپ یا میوزک ہاؤس بناتا ہے جس میں اس کے مرنے کے بعد بھی فلمیں بنانے، دکھانے، بیچنے، میوزک تیار کرنے اور سننے سنانے کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ 2 کوئی شراب خانہ یا قحبہ خانہ بناتا ہے جہاں لوگ برے افعال کرتے ہیں، پھر اس کے مرنے کے بعد بھی یہ اڈے قائم رہتے اور ان میں برے افعال جاری رہتے ہیں۔ 3 انٹرنیٹ پر گندی ویب سائٹ یا سوشل میڈیا پر فحاشی، عُریانی اور بے حیائی کی اشاعت کے لئے پیج بناتا ہے، پھر اس کے مرنے کے بعد بھی لوگ انہیں دیکھتے رہتے اور گناہ میں مبتلا ہوتے رہتے ہیں۔ 4 کوئی انسان جُوا خانہ بنا کر مر جاتا ہے جس میں اس کے مرنے کے بعد بھی جوا کھیلا جاتا ہے۔ 5 کوئی شخص اسلام کے خلاف اور ظالمانہ قوانین بناتا ہے، پھر اس کے مرنے کے بعد بھی ان قوانین پر عمل ہوتا رہتا ہے۔

مذکورہ بالا اچھے برے جتنے بھی کام ہیں، یہ دین کے نام پر نہیں ہیں کہ انہیں اچھی یا بری بدعت میں شامل کیا جائے بلکہ یہ باقی رہنے والے اعمال ہیں کہ اچھے ہوں گے تو مرنے کے بعد بھی شروع کرنے والے کے نامہ اعمال میں نیکی کے طور پر لکھے جاتے رہیں گے اور برے ہوں گے تو بھی شروع کنندہ کے نامہ اعمال میں گناہوں کے طور پر لکھے جاتے رہیں گے۔ ہمیں اپنے اعمال پر غور کر لینا چاہئے کہ ہماری موت کے بعد نامۂ اعمال میں نیکیاں درج ہوں گی یا گناہوں کا بوجھ بڑھتا جائے گا۔

نامۂ اعمال میں لکھے جانے والے آثار یعنی نشانات کی تیسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد وہ قدم ہیں جو نمازی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے مسجد کی طرف اٹھاتا ہے اور اس معنی پر آیت کا شانِ نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ بنی سلمہ مدینہ طیبہ کے کنارے پر رہتے تھے، انہوں نے چاہا کہ مسجد شریف کے قریب رہائش اختیار کر لیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور رسولِ خدا صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے قدم لکھے جاتے ہیں، اس لئے تم مکان تبدیل نہ کرو (یعنی جتنی دور سے آؤ گے اتنے ہی قدم زیادہ پڑیں گے اور اجر و ثواب زیادہ ہوگا)۔

(ترمذی، 5/154، حدیث:3237)

اس سے معلوم ہوا کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے جو بندہ مسجد کی طرف چل کر جاتا ہے اسے ہر قدم پر ثواب دیا جاتا ہے اور جو زیادہ دور سے چل کر آئے گا اس کا ثواب بھی زیادہ ہوگا بلکہ ہر قدم پر درجہ بلند ہوتا اور گناہ معاف ہوتا ہے چنانچہ رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم نے فرمایا: جب آدمی اچھی

طرح وضو کرے، پھر مسجد کی طرف نکلے اور اسے (مسجد کی طرف) نماز نے نکالا ہو تو جو قدم بھی وہ رکھتا ہے اس کے بدلے ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے اور ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے۔

(بخاری،1/233،حدیث:647)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نیکیاں جمع کرنے کے انتہائی حریص ہوا کرتے تھے، اس لئے ان کی مبارک سیرتوں میں یہ واقعات موجود ہیں کہ چونکہ نماز کے لئے آنے اور جانے میں ہر قدم پر نیکی ملتی ہے، اس لئے وہ زیادہ نیکیاں جمع کرنے کے لئے مسجد سے دور بسنے کا ارادہ کرتے اور پھر بر وقت جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا پورا اہتمام بھی کرتے تھے۔ افسوس! فی زمانہ مسجدوں کے قریب گھر ہونے کے باوجود، جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے مسجد آنا لوگوں پر دشوار ہے حالانکہ جماعت سے نماز پڑھنا مرد حضرات پر واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچی ہدایت اور نیکیاں جمع کرنے کی حرص نصیب فرمائے، اٰمین۔

نامۂ اعمال میں لکھے جانے والے آثار یعنی نشانات کی چوتھی تفسیر یہ ہے کہ نامہ اعمال میں لکھے جانے والے قدموں میں اچھے برے مقصد کے لئے اٹھائے جانے والے تمام قدم مراد ہیں، خواہ وہ مسجد، مدرسہ، علمِ دین کی مجلس، صالحین کی صحبت، بیمار کی عیادت، جنازے میں شرکت کے لئے اٹھنے والے اچھے قدم ہوں یا سینما، جوئے، شراب کے اڈے اور بری صحبت کے لئے اٹھنے والے برے قدم ہوں۔ چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ اس نشانِ قدم کو بھی شمار کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اٹھا اور اسے بھی جو مَعْصِیَت میں چلا، تو اے لوگو! تم میں سے جو اس چیز کی طاقت رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اس کے قدم لکھے جائیں تو وہ ایسا کرے۔ (در منثور، یٰسٓ، تحت الآیۃ:12، 7/47)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اعمال پر غور کرنے، نیکیوں کی کثرت اور موت کے بعد جاری رہنے والے نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بجاہ النبی الامین صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

مفتیِ دعوتِ اسلامی، شیخ الحدیث والتفسیر مفتی محمد قاسم عطّاری
کی نئی مختصر تفسیر بنام
"تفسیرِ تعلیم القرآن"

- متوسط اور جامع تفسیر
- آسان اور عام فہم اردو عبارت
- سورتوں کے شروع میں مختصر تعارف
- شانِ نزول کے ساتھ ساتھ آیت سے حاصل ہونے والے دروس کی شمولیت

آج ہی یہ تفسیر مکتبۃ المدینہ سے ھدیۃً حاصل کیجئے۔

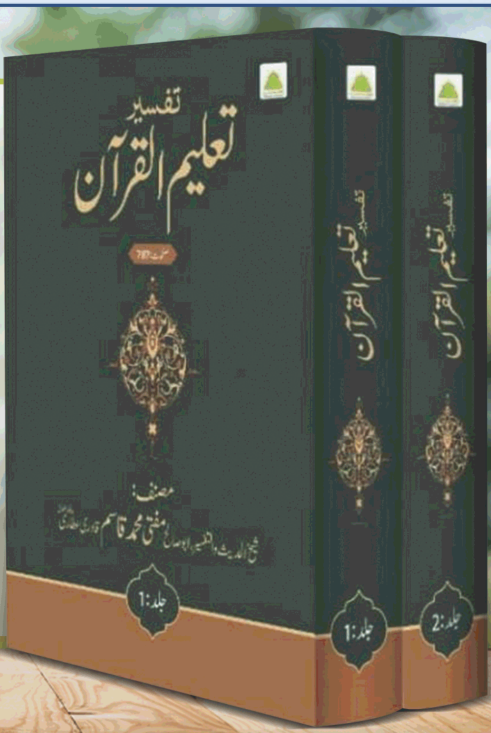

قراٰنِ کریم کی دعوتِ فکر و تدبر

(قسط:1)

قراٰنِ کریم ایک عظیم کتابِ ہدایت ہے جو ہر طرح کے شک و شبہ، اعتراض، کجی، کمی، نقص سے پاک ہے۔ اس کے دعوے، اس کے چیلنجز، اس کی خبریں، اس کی اثر انگیزی اِس کے نزول کے اوّل دن سے آج تک قائم ہیں۔

قراٰنِ کریم کے تربیت و تعلیم کے اسالیب میں سے ایک بہت اہم اسلوب تفکر و تدبر کی دعوت ہے۔

یہ دعوت کہیں ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ﴾ کے الفاظ سے ہے تو کہیں ﴿لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ کے الفاظ سے ہے، کہیں ﴿لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ کے ذریعے دعوتِ تفکر دی گئی ہے تو کہیں ﴿لِیَدَّبَّرُوْۤا﴾ فرمایا ہے۔ یونہی کئی مقامات پر نزولِ قراٰن کا مقصد ہی "غور و فکر اور تدبر" ارشاد فرمایا ہے۔

قراٰنِ کریم نے قدرتِ باری تعالیٰ، زمین و آسمان کی تخلیق، کائنات کے مختلف مظاہر، بارش، کھیتی، تخلیقِ انسان، تخلیقِ جبال، قراٰنِ پاک، آیاتِ الٰہیہ اور دیگر کئی چیزوں میں غور و فکر کی دعوت دی ہے۔ آیئے! ذیل میں تفکر و تدبر کی اس دعوت کے چند پہلو ملاحظہ کرتے ہیں:

قراٰنِ کریم عربی میں نازل فرمانے کی حکمت

قراٰنِ کریم عرب خطے میں نازل ہوا، یوں اس کے اولین مخاطب اہلِ عرب اور بالعموم ساری دنیا اس کی مخاطب ہے۔ اولین مخاطبین کے لحاظ سے قراٰنِ کریم کے عربی میں نازل ہونے کی ایک حکمت یہ ارشاد فرمائی گئی کہ تم اسے سمجھو اور عقل سے کام لو چنانچہ

پارہ 12 میں فرمایا: ﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ(۲)﴾

ترجَمۂ کنزُالایمان: بے شک ہم نے اسے عربی قراٰن اتارا کہ تم سمجھو۔[1]

تفسیر صراطُ الجنان میں ہے: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قراٰنِ کریم کو عربی زبان میں نازل فرمایا کیونکہ عربی زبان سب زبانوں سے زیادہ فصیح ہے اور جنت میں جنتیوں کی زبان بھی عربی ہوگی اور اسے عربی میں نازل کرنے کی ایک حکمت یہ ہے کہ تم اس کے معنی سمجھ کر اس میں غور و فکر کرو اور یہ بھی جان لو کہ قراٰن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔[2]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قراٰنِ مجید کا مسلمانوں پر ایک حق یہ بھی ہے کہ وہ اسے سمجھیں اور اس میں غور و فکر کریں اور اسے سمجھنے کیلئے عربی زبان پر عبور ہونا ضروری ہے کیونکہ یہ کلام عربی زبان میں نازل ہوا ہے اس لئے جو لوگ عربی زبان سے ناواقف ہیں یا جنہیں عربی زبان پر عبور حاصل نہیں تو انہیں چاہئے کہ اہلِ حق کے مُستنَد علما کے تراجم اور ان کی تفاسیر کا مطالعہ فرمائیں تاکہ وہ قراٰنِ مجید کو سمجھ سکیں۔ افسوس! فی زمانہ مسلمانوں کی کثیر تعداد قراٰنِ مجید کو سمجھنے اور اس میں غور و فکر کرنے سے بہت دور ہو چکی ہے، اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے۔ عربی کا سیکھنا بحیثیتِ مجموعی اُمتِ مُسلمہ کے لئے فرضِ کفایہ ہے۔

اسی طرح دیگر کئی آیات میں قراٰنِ کریم کے عربی میں نزول کی حکمت "اِسے سمجھنا اور غور و فکر کرنا" فرمایا گیا چنانچہ

پارہ16 میں فرمایا: ﴿وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا وَّصَرَّفْنَا فِیْهِ مِنَ الْوَعِیْدِ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ اَوْ یُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا(۱۱۳)﴾ ترجَمۂ کنزُالایمان: اور یونہی ہم نے اُسے عربی قراٰن اتارا اور اس میں طرح طرح سے عذاب کے وعدے دیئے کہ کہیں انہیں ڈر ہو یا ان کے دل میں کچھ سوچ پیدا کرے۔(3)

صِراطُ الجنان میں ہے کہ اس آیت میں قراٰن مجید کی دو صفات بیان کی گئیں: 1 قراٰن کریم کو عربی زبان میں نازل کیا گیا، تاکہ اہلِ عرب اسے سمجھ سکیں اور وہ اس بات سے واقف ہو جائیں کہ قراٰن پاک کی نظم عاجز کر دینے والی ہے اور یہ کسی انسان کا کلام نہیں۔ 2 قراٰن مجید میں مختلف انداز سے فرائض چھوڑنے اور ممنوعات کا اِرتکاب کرنے پر عذاب کی وَعیدیں بیان کی گئیں تاکہ لوگ ڈریں اور قراٰن عظیم ان کے دل میں کچھ نصیحت اور غور و فکر پیدا کرے جس سے انہیں نیکیوں کی رغبت اور بدیوں سے نفرت ہو اور وہ عبرت و نصیحت حاصل کریں۔(4)

پارہ23 میں فرمایا: ﴿قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ(۲۸)﴾ ترجَمۂ کنزُالایمان: عربی زبان کا قراٰن جس میں اصلاً کجی نہیں کہ کہیں وہ ڈریں۔(5)

یعنی قراٰنِ کریم کو ایسا فصیح اتارا کہ جس نے فصحاء وبلغاء کو عاجز کر دیا اور یہ تناقص و اختلاف سے پاک ہے پس یہ لوگ اس میں غور کریں اور کفرو تکذیب سے باز آئیں۔(6)

پارہ24 میں فرمایا: ﴿كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ(۳)﴾ ترجَمۂ کنزُالایمان: ایک کتاب ہے جس کی آیتیں مفصل فرمائی گئیں عربی قراٰن عقل والوں کے لیے۔(7)

اس آیت میں قراٰنِ کریم کے پانچ اَوصاف بیان کئے گئے ہیں جو سب کے سب غور و فکر سے تعلق رکھتے ہیں چنانچہ

1 یہ کلام ایک کتاب ہے۔ کتاب اسے کہتے ہیں جو کئی مضامین کی جامع ہو اور قراٰنِ کریم چونکہ اَوّلین و آخرین کے علوم کا جامع ہے اس لئے اسے کتاب فرمایا گیا۔

2 اس کلام کی آیتیں تفصیل سے بیان کی گئیں ہیں۔ یعنی قراٰن پاک کی آیتیں مختلف اَقسام کی ہیں جن میں احکام، مثالوں، وعظ و نصیحت، وعدہ اور وعید وغیرہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

3 یہ کلام قراٰن ہے۔ یہ ایسا کلام ہے جسے دنیا میں سب سے زیادہ پڑھا جاتا ہے اور اس کی آیتیں باہم مَربوط اور ملی ہوئی ہیں، نیز یہ بندوں کو خدا سے ملا دیتا ہے۔

4 اس کلام کی زبان عربی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عربی زبان بہت فضیلت اور اہمیت کی حامل ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قراٰنِ مجید کا ترجمہ قراٰن نہیں لہٰذا نماز میں ترجمہ پڑھ لینے سے نماز نہ ہوگی۔

5 قراٰنِ مجید کا عربی میں ہونا ان لوگوں کے لئے ہے جن کی زبان عربی ہے تاکہ وہ اس کے معانی کو سمجھ سکیں۔ ایک تفسیر کے اعتبار سے اس آیت میں قراٰنِ مجید کی پانچویں صفت یہ ہے کہ اس کی آیتیں عرب والوں کیلئے تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔ اہلِ عرب کا بطورِ خاص اس لئے ذکر کیا گیا کہ وہ ہم زبان ہونے کی وجہ سے اس کے معانی کو کسی واسطے کے بغیر سمجھ سکتے ہیں جبکہ دیگر زبانوں سے تعلق رکھنے والوں کو قراٰن کریم کے معانی سمجھنے کے لئے واسطے کی حاجت ہے۔(8)

اسی طرح پارہ25 میں فرمایا: ﴿اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ(۳)﴾ ترجمہ کنزالایمان: ہم نے اُسے عربی قراٰن اُتارا کہ تم سمجھو۔(9)

اور پارہ26 میں فرمایا: ﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِیًّا لِّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِیْنَ(۱۲)﴾ ترجَمۂ کنزُالایمان: اور یہ کتاب ہے تصدیق فرماتی عربی زبان میں کہ ظالموں کو ڈر سنائے اور نیکوں کو بشارت۔(10)

(بقیہ اگلے ماہ کے شمارے میں۔۔۔)

(1) پ12، یوسف:2 (2) صاوی، 3/941، یوسف، تحت الآیۃ:2 (3) پ16، طٰہٰ:113
(4) تفسیر کبیر، 8/103، طٰہٰ، تحت الآیۃ:113- خازن، 3/264، 265، طٰہٰ، تحت الآیۃ:113
ملتقطاً (5) پ23، الزمر:28 (6) خزائن العرفان، ص854 ملخصاً (7) پ24، حٰمٓ السجدۃ:3
(8) تفسیر کبیر، 9/538، فصّلت، تحت الآیۃ:3- جلالین مع صاوی، 5/1839، فصّلت، تحت الآیۃ:3- روح البیان، 8/226، حٰمٓ السجدۃ، تحت الآیۃ: 3 ملتقطاً (9) پ25، الزخرف:3
(10) پ26، الاحقاف:12۔

لو مدینے کا پھول لایا ہوں   میں حدیثِ رسول لایا ہوں
(از امیرِ اہلِ سنّت دامت برکاتہم العالیہ)

نعمت ملے تو شکر، مصیبت پہنچے تو صبر

انسان کی زندگی یکساں نہیں گزرتی کہ اس کو خوشیوں کی ٹھنڈی چھاؤں ہی میسر رہے کبھی غموں کی تیز دھوپ اسے نہ جُھلسائے، بلکہ زندگی خوشیوں اور غموں کا مجموعہ ہے۔ خوشی ملنے پر انسان کا ری ایکشن کیا ہونا چاہئے اور غم سے واسطہ پڑنے پر انسان کو کیا کرنا چاہئے؟ بندۂ مؤمن کی شان تو یہ ہے کہ وہ خوشی ملنے پر اپنے رب کریم کا شکر ادا کرتا ہے اور مصیبت میں صبر کرکے ثواب کماتا ہے، گویا اس کے لئے دونوں صورتوں میں نفع کمانے کا موقع ہوتا ہے۔ اس بات پر خوش گوار حیرت کا اظہار کرتے ہوئے رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

حدیثِ رسول

عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ لَهٗ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهٗ وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهٗ

ترجمہ مؤمن پر تعجب ہے کہ اس کا ہر معاملہ خیر والا ہے اور یہ بات سوائے مؤمن کے کسی کو حاصل نہیں، اگر مؤمن کو خوشی ملے تو شکر کرتا ہے جو اس کے لئے خیر ہے اور اگر اسے مصیبت پہنچے تو صبر کرتا ہے، اس میں بھی مؤمن کے لئے خیر ہے۔[1]

شرحِ حدیث

1 ”ہر معاملہ خیر والا ہے“ سے مراد یہ ہے کہ مؤمن کے لیے دنیا میں ”خیر“ بھی خیر ہے، ”شر“ بھی خیر، راحت و آرام بھی خیر ہے، مصیبت و آلام بھی خیر، وہ ہر طرح نفع میں ہے۔[2] بعض معاملات دیکھنے میں شر والے ہوتے ہیں لیکن ایسا وقتی طور پر ہوتا ہے، مستقبل میں یہ بھی خیر والے ہی ثابت ہوتے ہیں۔[3]

2 ”یہ بات سوائے مؤمن کے کسی کو حاصل نہیں“ نہ کافروں کو اور نہ ہی منافقوں کو۔[4]

3 یہاں سَرَّاءُ (خوشی) سے مراد نعمتیں، زندگی کی راحتیں اور عبادت کرنے کی توفیق کا ملنا ہے جبکہ ضَرَّاءُ (پریشانی) سے مراد تنگ دستی، بیماری، مصیبت اور بلائیں ہیں۔[5]

4 حضرت علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: اگر مومن کو صحت، سلامتی، مال اور عزت ملتی ہے اور وہ اس پر اللہ پاک کا شکر ادا کرتا ہے تو اس کا نام شاکرین کی لسٹ میں لکھ دیا جاتا ہے اور جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے اور وہ صبر کرتا ہے تو اسے صابرین کے گروہ میں شامل کردیا جاتا ہے جن کی تعریف قراٰنِ کریم میں بیان کی گئی ہے۔ مؤمن جب تک زندہ رہتا ہے اس کے سامنے خیر کے راستے کھلے رہتے ہیں اور وہ نعمت و مصیبت کے درمیان رہتا ہے، نعمت ملنے پر اس پر مُنعِم یعنی ربِّ کریم کا شکر لازم ہوتا ہے اور مصیبت پہنچنے پر اس پر صبر لازم ہوتا ہے، وہ حکمِ الٰہی پر عمل کرتا ہے اور ربِّ عظیم کے منع کرنے پر رُک جاتا ہے۔ ایسا مؤمن کی موت تک ہوتا رہتا ہے۔[6]

خوشی ملنے پر سجدۂ شکر کیا کرتے

حضرت سیّدُنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب حضور نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو کوئی خوشی حاصل ہوتی تو آپ سجدۂ شکر[7] ادا کرتے۔[8]

اس امت کی خصوصیت

حضور نبیِّ رحمت صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک نے حضرت عیسیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے فرمایا: اے عیسیٰ! تمہارے بعد میں

ایسی امت بھیجوں گا جو بلا حلم و علم نعمت پر حمد و شکر بجالائے گی اور مصیبت پر صبر و ثواب کی طالب ہوگی۔[9]

شکر اور صبر کرنے والے کو صدیق لکھا جاتا ہے

حضرتِ سیِّدُنا ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک نے سب سے پہلی چیز لَوحِ محفوظ میں یہ لکھی کہ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں! محمد (صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم) میرے رسول ہیں۔ جس نے میرے فیصلے کو تسلیم کرلیا اور میری نازل کی ہوئی مصیبت پر صبر کیا اور میری نعمتوں کا شکر ادا کیا تو میں نے اس کو صِدّیق لکھا ہے اور اس کو صِدّیقین کے ساتھ اٹھاؤں گا اور جس نے میرے فیصلے کو تسلیم نہیں کیا اور میری نازِل کی ہوئی مصیبت پر صَبْر نہیں کیا اور میری نعمتوں کا شکر ادا نہیں کیا وہ میرے سوا جسے چاہے اپنا معبود بنالے۔[10]

صبر اور شکر کی فضیلت پر 6 روایات

1 پیارے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: صبر نصف ایمان ہے اور یقین پورا ایمان ہے۔[11]

2 فرمانِ مصطفےٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہے: مَنْ یَّتَصَبَّرْ یُصَبِّرْہُ اللہُ وَمَا اُعْطِیَ اَحَدٌ عَطَاءً خَیْرًا وَّاَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ یعنی جو صبر چاہے گا اللہ پاک اسے صبر عطا فرمائے گا اور کسی کو صبر سے بہتر اور وسیع کوئی چیز نہ ملی۔[12]

3 حضرت جنید رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ کُلِّ خَیْرٍ یعنی صبر ہر بھلائی کی چابی ہے۔[13]

4 فرمانِ مصطفےٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہے: جسے شکر کرنے کی توفیق ملی وہ نعمت کی زیادتی سے محروم نہ ہوگا کیونکہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ یعنی اگر تم میرا شکر ادا کروگے تو میں تمہیں اور زیادہ عطا کروں گا۔[14]

5 رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ایک شخص کو تین نصیحتیں فرمائیں جن میں سے ایک یہ ہے: عَلَیْكَ بِالشُّكْرِ فَاِنَّ الشُّكْرَ زِیَادَۃٌ یعنی شکر کو خود پر لازم کرلو کیونکہ شکر سے نعمت زیادہ ہوتی ہے۔[15]

6 حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اَلشُّكْرُ نِصْفُ الْاِیْمَانِ یعنی شکر نصف ایمان ہے۔[16]

انسان کو آزمایا جاتا ہے

حضرت سیِّدُنا عبدالملک بن اَبجَر رحمۃُ اللہِ علیہ نے ارشاد فرمایا: لوگوں کو عافیت دے کر آزمایا جاتا ہے کہ وہ شکر کیسے ادا کرتے ہیں؟ اور مصیبت میں مبتلا کیا جاتا ہے کہ وہ اس پر کس طرح صبر کرتے ہیں؟[17]

قارئین! ہمیں خوشی ملے یا غمی! دو آپشن ہمارے سامنے ہوتے ہیں، شکر اور صبر کریں یا ناشکری اور بے صبری کا مظاہرہ کریں، شکر کرنے سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَىٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ وَ لَىٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ(۷)﴾

ترجَمۂ کنزُالایمان: اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اور دوں گا اور اگر ناشکری کرو تو میرا عذاب سخت ہے۔[18]

جبکہ صبر کرنے میں ربِّ کریم کی رضا و خوشنودی حاصل ہوتی ہے، چنانچہ ہمیں شکر اور صبر کو اپنا کر کامیابی کے راستے پر چلنا چاہئے۔

اللہ کریم ہمیں اپنا شاکر اور صابر بندہ بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النّبیِّ الْاَمِیْن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

---

(1) مسلم، ص1222، حدیث:7500 (2) مراٰۃ المناجیح، 7/111 (3) دیکھئے: مرقاۃ المفاتیح، 9/152، تحت الحدیث:5297 (4) فیض القدیر، 4/399، تحت الحدیث: 5382 (5) دیکھئے: مرقاۃ المفاتیح، 9/152، تحت الحدیث: 5297 (6) دیکھئے: فیض القدیر، 4/399، تحت الحدیث: 5382 (7) سجدۂ شکر مثلاً اولاد پیدا ہوئی یا مال پایا یا گمی ہوئی چیز مل گئی یا مریض نے شفا پائی یا مُسافر واپس آیا غرض کسی نعمت پر سجدہ کرنا مستحب ہے۔ (بہارِ شریعت، 1/738) سجدہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کھڑا ہو کر اَللہُ اَکْبَرْ کہتا ہوا سجدہ میں جائے اور کم سے کم تین بار سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہے، پھر اَللہُ اَکْبَرْ کہتا ہوا کھڑا ہو جائے، پہلے پیچھے دونوں بار اَللہُ اَکْبَرْ کہنا سنت ہے اور کھڑے ہو کر سجدہ میں جانا اور سجدہ کے بعد کھڑا ہونا یہ دونوں قیام مستحب۔ (بہارِ شریعت، 1/731) (8) ابن ماجہ، 2/163، حدیث:1394 (9) حلیۃ الاولیاء، 1/290، حدیث: 766 (10) تفسیر قرطبی، 10/210 (11) حلیۃ الاولیاء، 5/38، حدیث:6235 (12) بخاری، 1/496، حدیث:1469 (13) شعب الایمان، 7/201، رقم:9996 (14) در منثور، ابراھیم، تحت الآیۃ:7، 5/9 (15) موسوعہ ابن ابی الدنیا، 1/520، حدیث:165 (16) احیاء العلوم، 4/100 (17) حلیۃ الاولیاء، 5/98 (18) پ13، ابراھیم:7۔

دیہات والوں کے سوالات (قسط:6) اور رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے جوابات

مکۂ مکرمہ اور مدینۂ منورہ کے ارد گرد چھوٹی چھوٹی بستیاں، قبیلے، گاؤں اور دیہات آباد تھے، ان میں سے کچھ قریب اور کچھ دور دراز سفر پر واقع تھے۔ ان میں رہنے والے لوگ ہمارے پیارے نبی، مکی مدنی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے، اپنی مشکلات، مسائل اور الجھنیں سُلجھانے کے لئے آپ سے سوالات کرتے، ان میں سے 19 سوالات اور ان کے جوابات پانچ قسطوں میں بیان کئے جاچکے، یہاں مزید 3 سوالات اور پیارے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے جوابات ذکر کئے گئے ہیں:

کیا علاج کروانا منع ہے؟ حضرت اُسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہاں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم یوں موجود تھے کَاَنَّمَا عَلٰی رُءُوسِهِمُ الطَّيْرُ جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ حضرت اُسامہ فرماتے ہیں: فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ وَقَعَدْتُ تو میں نے نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ فَجَاءَتِ الْاَعْرَابُ فَسَاَلُوْهُ اسی وقت کچھ دیہاتی آئے اور رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے سوالات کرنے لگے۔ انہوں نے کہا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَتَدَاوَى؟ یارسولَ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم! کیا ہم (علاج کے لئے) دوائی لیں؟ نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: نَعَمْ تَدَاوَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَضَعْ دَاءً اِلَّا وَضَعَ لَهٗ دَوَاءً غَيْرَ دَاءٍ وَاحِدٍ الْهَرَمُ ہاں! دوائی لو، بے شک اللہ کریم نے کوئی ایسی بیماری نہیں رکھی جس کا علاج نہ ہو سوائے ایک بیماری کے وہ ہے بڑھاپا۔ جب حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ بوڑھے ہوگئے تو کہتے تھے: هَلْ تَرَوْنَ لِيْ مِنْ دَوَاءٍ الْآنَ یعنی کیا اب تمہیں میرے لئے کوئی دوا مل سکتی ہے؟ پھر اُن آنے والوں نے رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے کچھ چیزوں کے بارے میں سوالات کئے کہ کیا فلاں فلاں چیز میں ہم پر کوئی حرج ہے؟ تو نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: عِبَادَ اللّٰهِ وَضَعَ اللّٰهُ الْحَرَجَ اِلَّا امْرَاً اقْتَرَضَ امْرَاً مُسْلِمًا ظُلْمًا اے اللہ کے بندو! اللہ نے حرج کو ختم فرمادیا ہے سوائے اس آدمی کے جو کسی مسلمان سے ظلماً قرض لیتا ہے (کہ یہ گناہ اور ہلاکت کا سبب ہے) انہوں نے پوچھا: مَا خَيْرُ مَا اُعْطِيَ النَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ یارسولَ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم! انسان کو سب سے بہترین کون سی چیز دی گئی ہے؟ نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: خُلُقٌ حَسَنٌ حسن اخلاق۔[1]

اس حدیثِ پاک میں موجود الفاظ اِقْتَرَضَ امْرَاً مُسْلِمًا ظُلْمًا سے مراد یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنے مسلمان بھائی کی غیبت

کرے، اسے گالی دے، یا تکلیف پہنچائے تو اُس سے اِس کی پوچھ گچھ ہو گی۔ اسے قرض سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے یہ اُسے لوٹا دیا جائے گا یعنی آخرت میں اُسے اِس کی سزا دی جائے گی۔[2]

صحیح ابن حبان میں ان ہی صحابی سے یوں ہے کہ جب میں رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ والہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو اعرابی آپ سے سوال کر رہے تھے: یَا رَسُوْلَ اللهِ هَلْ عَلَيْنَا جُنَاحٌ فِي كَذَا مَرَّتَيْنِ؟ یارسولَ اللہ کیا ہم پر فلاں فلاں معاملہ میں کوئی حرج ہے؟ یہ انہوں نے دوبار پوچھا تو رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا: عِبَادَ اللهِ وَضَعَ اللهُ الْحَرَجَ اِلَّا امْرُؤٌ اقْتَرَضَ مِنْ عِرْضِ اَخِيْهِ شَيْئًا فَذٰلِكَ الَّذِيْ حَرِجَ یعنی اے اللہ کے بندو! اللہ کریم نے حرج کو اٹھا دیا ہے سوائے اس آدمی کے کہ جو اپنے بھائی کی عزّت میں ذرا سی چیز بھی ادھار لے (یعنی اسے ذرا سا بھی بے عزّت کرے) پس یہ حرج ہے الخ۔[3]

جنت میں لے جانے والا عمل سکھا دیجئے

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ والہ وسلَّم کے پاس ایک اعرابی حاضر ہوا اور سوال کیا: يَا رَسُوْلَ اللهِ عَلِّمْنِي عَمَلًا يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ یارسولَ اللہ! کوئی ایسا عمل سکھایئے جو مجھے جنت میں داخل کرادے؟ نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا بات تو تم نے مختصر کہی ہے لیکن سوال بہت بڑا پوچھا ہے۔ فرمایا: اَعْتِقِ النَّسَمَةَ وَفُكَّ الرَّقَبَةَ یعنی عِتقِ نَسمہ اور فَکِّ رَقبہ کیا کرو۔ اَعرابی نے پوچھا: يَا رَسُوْلَ اللهِ اَوَلَيْسَتَا بِوَاحِدَةٍ یعنی یارسول اللہ! کیا یہ دونوں ایک ہی نہیں ہیں؟ (اس لئے کہ دونوں کا معنی ہے: غلام آزاد کرنا) رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ والہ وسلَّم نے فرمایا: نہیں، اِنَّ عِتْقَ النَّسَمَةِ اَنْ تَفَرَّدَ بِعِتْقِهَا عتقِ نسمہ سے مراد یہ ہے کہ تم اکیلے پورا غلام آزاد کر دو وَفَكَّ الرَّقَبَةِ اَنْ تُعِيْنَ فِي عِتْقِهَا اور فکِ رقبہ کا مطلب ہے غلام کی آزادی میں (رقم کی ادائیگی وغیرہ سے) مدد کرو۔ زیادہ دودھ دینے والے جانور کا صدقہ کرو، ظلم کرنے والے قریبی رشتہ دار پر احسان کرو، فَاِنْ لَّمْ تُطِقْ ذٰلِكَ فَاَطْعِمِ الْجَائِعَ وَاسْقِ الظَّمْاٰنَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ یعنی اگر تم میں اس کی طاقت نہ ہو تو بھوکے کو کھانا کھلاؤ، پیاسے کو پانی پلاؤ، نیکی کا حکم دو اور بُرائی سے منع کرو، فَاِنْ لَّمْ تُطِقْ ذٰلِكَ فَكُفَّ لِسَانَكَ اِلَّا مِنَ الْخَيْرِ یعنی اگر یہ بھی نہ کر سکو تو اپنی زبان کو بھلائی کے سوا بند رکھو۔[4]

کیا مُحرِم خوشبو لگائے؟

حضرت یعلٰی بن اُمیّہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: جَاءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ وَعَلَيْهِ رَدْعٌ مِنْ زَعْفَرَانٍ ایک مرتبہ ایک دیہات کا رہنے والا آدمی رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ والہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اُس نے ایک ایسا جبہ پہن رکھا تھا جس پر زعفران کے داغ تھے۔ اس نے آکر پوچھا: یارسول اللہ! آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں نے اِحرام باندھ لیا ہے اور لوگ میرا مذاق اُڑا رہے ہیں، رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ والہ وسلَّم نے اُسے تھوڑی دیر کوئی جواب نہ دیا پھر بلا کر فرمایا: اِخْلَعْ عَنْكَ هٰذِهِ الْجُبَّةَ یہ جُبّہ اُتار دو وَاغْسِلْ عَنْكَ هٰذَا الزَّعْفَرَانَ جو زعفران کی خوشبو لگا رکھی ہے اسے دھو ڈالو، وَاصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِي حَجِّكَ اور اپنے عمرے کے ارکان اسی طرح ادا کرو، جس طرح حج کے ارکان ادا کرتے ہو۔[5] خوب یاد رکھئے! جس نے احرام پہن کر نیت کر لی اس کے لئے خوشبو لگانا جائز نہیں۔ رفیق الحرمین میں ہے: نیّت سے قبل احرام پر خوشبو لگانا سنّت ہے، بے شک لگایئے مگر لگانے کے بعد عِطر کی شیشی بیلٹ کی جیب میں مت ڈالئے۔ ورنہ نیّت کے بعد جیب میں ہاتھ ڈالنے کی صورت میں خوشبو لگ سکتی ہے۔ اگر ہاتھ میں اتنا عطر لگ گیا کہ دیکھنے والے کہیں کہ ”زیادہ ہے“ تو دَم واجب ہو گا اور کم کہیں تو صدقہ۔ اگر عطر کی تری وغیرہ نہیں لگی ہاتھ میں صرف مہک آگئی تو کوئی کفّارہ نہیں۔ بیگ میں بھی رکھنا ہو تو کسی شاپر وغیرہ میں لپیٹ کر خوب احتیاط کی جگہ رکھئے۔[6]

---

(1) مسند احمد، 30/394، حدیث: 18454 (2) حاشیہ مسند احمد، 30/397 (3) صحیح ابن حبان، 7/621، حدیث: 6029 (4) مسند احمد، 30/600، حدیث: 18647 (5) مسند احمد، 29/480، حدیث: 17963 (6) رفیق الحرمین، ص30۔

رسولُ اللہ صلَّی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا خادمین کے ساتھ انداز (قسط:01)

انداز میرے حضور کے

اللہ کے آخری نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی شان ہی نرالی ہے، آپ کی زیارت اہلِ ایمان کے دلوں کی راحت، آپ سے محبت کامل ایمان کی علامت اور آپ کی سیرت کے مطابق زندگی گزارنا کامیابی و کامرانی کی ضمانت ہے۔ رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا اپنے غلاموں کو نوازنے کی منظر کشی اِس شعر میں کتنے خوبصورت انداز میں کی گئی ہے:

آتا ہے فقیروں پہ انہیں پیار کچھ ایسا
خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتا کا بھلا ہو

ہمارے پیارے نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا خدمت گاروں کو نوازنے کا انداز بھی کیا خوب تھا، آیئے! اِس بارے میں تفصیل سے پڑھتے ہیں۔

چند خادمینِ مصطفےٰ

1 حضرت انس بن مالک رضی اللہُ عنہ نے دس سال اللہ پاک کے آخری نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی خدمت کی۔

2 حضرت اسلع بن شریک رضی اللہُ عنہ رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے کجاوے پر سامان رکھا کرتے تھے۔

3 حضرت ایمن بن عبید رضی اللہُ عنہ نے پاکیزگی حاصل کرنے کے برتن کی ذمہ داری لے رکھی تھی، جب بھی حاجت کے لئے حضورِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم تشریف لے جاتے تو یہ بارگاہِ رسالت میں یہ برتن پیش کر دیتے۔

4 حضرت بلال اذان دینے کے علاوہ اہل وعیال پر اخراجات کے نگران تھے۔

5 حضرت حسان اسلمی رضی اللہُ عنہ نبی کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی سواری کو ہانکا کرتے تھے۔

6 شاہِ حبشہ حضرت نجاشی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بھتیجے یا بھانجے حضرت ذُو مِخْمَر رضی اللہُ عنہ کو اپنی جگہ آخری نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی خدمت کے لئے بھیجا تھا۔

7 حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہُ عنہ نے اپنے ذمّے رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو وُضو کا برتن پیش کرنے کی ذمّہ داری لے رکھی تھی۔

8 جب رحمتِ عالَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم قضائے عمرہ ادا کرنے کے لئے تشریف لائے تو آپ کی اونٹنی چلانے کی ذمہ داری حضرت عبدُاللہ بن رواحہ رضی اللہُ عنہ نے لے رکھی تھی۔

9 حضرت عبدُاللہ بن مسعود رضی اللہُ عنہ نے رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو جوتے مبارک پہنانے کی ذمہ داری لے رکھی تھی۔

10 حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہُ عنہ قراٰنِ پاک اور علمِ فرائض کے بہت زیادہ جاننے والے اور بہت بڑے شاعر تھے

لیکن آپ نے اعزاز سمجھ کر دورانِ سفر رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے دراز گوش کو ہانکنے کی ذمہ داری لے رکھی تھی۔

11 حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہُ عنہ نے رحمتِ عالم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے لئے اسلحہ برداری کی ذمّہ داری لے رکھی تھی۔[1]

یہ جتنے کام اوپر ذکر کئے گئے ہیں، عام طور پر معاشرے میں اُن میں اونچ نیچ ہو جانا معمول کی بات ہے اور اِس کے نتیجے میں ردِّ عمل کا اظہار بھی کیا جاتا ہے لیکن قربان جائیے اللہ پاک کے آخری نبی، محمد عربی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم پر! آپ نے اپنے خدمت گاروں کے ساتھ بے مثال شفقت و مہربانی کا برتاؤ رکھا اِس سلسلے میں کرم نواز آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے کریمانہ انداز آپ بھی پڑھئے:

1 خدمت کرنے والوں کو حقیر سمجھنا عام سی بات ہے مگر میرے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے اپنے انداز کے ذریعے خدمت گزاروں کو اپنے قریب رکھ کر چوٹی جتنی عظمت سے نوازا چنانچہ رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو مدینہ کے خدمت گار اپنے برتن لے آتے جن میں پانی ہوتا، جو بھی برتن آپ کے سامنے لایا جاتا آپ اپنا دستِ مبارک اس میں ڈبوتے، بسا اوقات ٹھنڈی صبح میں برتن لائے جاتے تو آپ (تب بھی) ان میں اپنا ہاتھ ڈبو دیتے۔[2] مدینے کی کسی بھی باندی یا چھوٹی بچی کو کوئی کام ہوتا یا کسی قسم کی کوئی ضرورت پیش آتی تو وہ رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو اپنے ساتھ لے جاتی۔ بلاشبہ یہ رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے کمالِ عاجزی اور تکبر کی تمام اقسام سے براءت کی دلیل ہے۔[3]

2 عام طور پر خدمت کرنے والوں کو بات بات پر روکنا ٹوکنا اپنا حق سمجھا جاتا ہے، زبان کے تیروں کے ساتھ ہاتھ کو ہتھیار بنا کر وار کیا جاتا ہے اور اِس کا مقصد وقتاً فوقتاً اِن کو ذلیل کرنا ہوتا ہے جو ذلّت و رسوائی کا سبب بنتا ہے۔ ہمارے پیارے نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا انداز اِن سب عیوب سے پاک تھا، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہُ عنہا فرماتی ہیں: اللہ پاک کے رسول صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے نہ کسی خادم کو مارا اور نہ کبھی کسی عورت کو مارا۔[4]

مشہور صحابی حضرت انس رضی اللہُ عنہ کو بارگاہِ رسالت میں چھوٹی عمر سے خدمت کرنے کا موقع ملا، دورانِ خدمت آپ نے جو اندازِ مصطفےٰ دیکھے اُسے آپ کچھ یوں بیان فرماتے ہیں: میں نے حضورِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی سفر و حضر میں خدمت کی، میرے کئے گئے کام کے بارے میں آپ نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تم نے اِس طرح کیوں کیا؟ اور نہ میرے کسی کام کے نہ کرنے پر یہ فرمایا: یہ کام اِس طرح کیوں نہیں کیا۔[5]

حضرت انس رضی اللہُ عنہ کام لینے سے متعلق اندازِ مصطفےٰ کے بارے میں فرماتے ہیں: اللہ پاک کے رسول صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے، آپ نے ایک دن مجھے کسی کام سے بھیجا، میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں جاؤں گا۔ جب کہ میرے دل میں یہ تھا کہ اللہ کے نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے مجھے جس کام کا حکم فرمایا ہے میں اس کے لئے ضرور جاؤں گا۔ میں اُسے کرنے نکلا حتّٰی کہ میں اُن بچوں کے پاس سے گزرا جو بازار میں کھیل رہے تھے، پھر اچانک رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے پیچھے سے میری گدی سے مجھے پکڑ لیا، میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ مسکرا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: چھوٹے انس! کیا تم وہاں گئے تھے جہاں میں نے (جانے کے لئے) کہا تھا؟ میں نے کہا: جی ہاں! اللہ کے رسول صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم! میں جا رہا ہوں۔[6]

(بقیہ اگلے ماہ کے شمارے میں۔۔۔)

---

(1) سبل الہدیٰ والرشاد، 11/414 (2) مسلم، ص977، حدیث:6042 (3) بخاری، 4/118، حدیث:6072- عمدۃ القاری، 15/224 (4) ابو داؤد، 4/328، حدیث: 4786 (5) بخاری، 2/243، حدیث:2768 (6) مسلم، ص972، حدیث:6015۔

شہر بعلبک

حضرت سیّدُنا الیاس علیہ السّلام
(قسط:1)

حضور خاتم النبیین صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے جب اِس دنیا سے پردہ فرمایا تو حضرت سیّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا پھر نبی پاک پر دُرود شریف پڑھتے ہوئے پیارے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے فضائل بیان کرنے لگے تو گھر والوں کے رونے کی آوازیں بلند ہوگئیں جنہیں مسجد کے نمازیوں نے بھی سنا اور جب جب مصطفےٰ جانِ رحمت صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے فضائل و محاسن بیان کرتے تو رونے کی آوازوں میں بھی اضافہ ہوجاتا، البتہ کمی اس وقت آئی جب ایک باہمت شخص نے دروازے پر آکر بلند آواز سے کہا: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم اے گھر والو! فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآىٕقَةُ الْمَوْتِ﴾ ترجَمۂ کنزُالایمان: ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔[1] بے شک! بارگاہِ الٰہی میں ہر ایک نے پیش ہونا ہے، اسی کی بارگاہ میں ہر پسندیدہ چیز کا بدلہ ہے، قیامت کے دن تمہیں پورا پورا اجر دیا جائے گا اور ہر خوف سے نجات ملے گی لہٰذا اللہ سے امید باندھو اور اسی پر بھروسا کرو، گھر والوں نے اس آواز کو غور سے سنا مگر جان نہ سکے کہ کس کی ہے لہٰذا سب نے چُپ سادھ لی، جب سب خاموش ہوگئے تو آواز آنا بھی بند ہوگئی، کسی نے باہر دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا، گھر والے پھر سے رونا شروع ہوئے تو ایک اور اجنبی آواز آئی: اے گھر والو! ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور اسی کی تعریف بیان کرو تاکہ تمہارا شمار مخلص بندوں میں ہوجائے، بے شک! آزمائش کے وقت یادِ الٰہی قائم کرنے پر صبر آجاتا ہے اور پسندیدہ چیز لئے جانے پر یادِ الٰہی قائم کرنے میں اس کا بدلہ ہے لہٰذا اس کی فرماں برداری کرو اور اس کے حکم پر عمل کرو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ دونوں آوازیں حضرت سیّدُنا خضر اور حضرت سیّدُنا الیاس علیہما السّلام کی ہیں جو کہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے ہیں۔[2]

پیارے اسلامی بھائیو! آیئے حضرت سیدُنا الیاس علیہ السّلام کی سیرتِ مبارکہ کے کچھ نورانی اور بابرکت پہلوؤں کا مطالعہ کیجئے اور اپنے لئے راہِ نجات کا سامان کیجئے۔

مختصر سیرت "الیاس" اللہ تعالیٰ کے ایک بہت ہی پیارے نبی کا نام ہے، الیاس عبرانی زبان کا لفظ ہے[3] جس کا معنی ہے: اللہ کے سوا ہر کسی سے بے پرواہونا[4] یا پھر الیاس کا مطلب ہے "نہ بھاگنے والا بہادر شخص"۔[5] قراٰن میں آپ کا نام اِلیاس اور اِل یاسین دونوں مذکور ہیں۔ آپ کے والد کا نام سباسبا جبکہ والدہ کا نام صفوریہ ہے، آپ کی دادی حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی بیٹی جبکہ دادا حضرت ہارون علیہ السّلام کے بیٹے ہیں، ایک قول کے مطابق سلسلہ نسب کچھ یوں ہے الیاس بن سباسبا بن عیزار بن ہارون۔[6]

حلیہ واوصاف آپ علیہ السّلام کا قد لمبا، سر مبارک بڑا، پیٹ مبارک اندر کی طرف یعنی بدن دبلا پتلا تھا اور پتلی ٹانگیں تھیں جبکہ کھال کھردری اور خشک تھی، آپ کے سر پر سرخ تل تھا۔[7] آپ اعلیٰ درجے کے کامل الایمان بندوں میں سے ہیں،

آپ کو 70 انبیاءِ کرام کی طاقت بخشی گئی، غضب و جلال اور قوت و طاقت میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا ہم پلہ بنایا گیا[8] بلکہ آپ صورت میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے مشابہت رکھتے تھے[9] آگ، پہاڑ اور جنگل کے شیر آپ کے تابعدار تھے۔[10]

رسالت بنی اسرائیل ملک شام کے مختلف شہروں میں آباد تھے، آپ شہر بعلبک میں بنی اسرائیل کی طرف رسول بن کر تشریف لائے اور انہیں تبلیغ و نصیحت فرمائی، اللہ تعالیٰ نے ظالم بادشاہ کے شر سے بچاتے ہوئے آپ کو لوگوں کی نظروں سے اوجھل فرمادیا۔[11]

چار نبی اب تک زندہ ہیں یاد رہے کہ چار انبیاء علیہمُ الصّلوٰۃ والسّلام وہ ہیں جن پر ابھی ایک آن کیلئے بھی موت طاری نہیں ہوئی۔ دو آسمان پر حضرت ادریس اور حضرت عیسیٰ اور دو زمین پر حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہمُ الصّلوٰۃ والسّلام[12] نیز یہ بھی یاد رکھیں کہ حضورِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے آخری نبی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے زمانہ میں اور آپ کے زمانہ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا، اگر پہلے کے کوئی نبی زندہ ہوں تو مضائقہ نہیں ان کی زندگی حضور انور کے خاتم النبیین ہونے کے خلاف نہیں۔[13]

بارگاہِ رسالت میں حاضری حضرت الیاس علیہ السّلام حضورِ اقدس صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے لشکر کو ایک غار میں یہ دعا کرتے ملے: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنْ اُمَّۃِ اَحْمَدَ الْمَرْحُوْمَۃِ الْمُبَارَکَۃِ الْمُسْتَجَابِ لَھَا یعنی اے اللہ! مجھے احمد کی امت سے بنادے جس پر تیری رحمت و برکت نازل ہوتی ہے اور جس کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں[14] اور پیارے آقا کی بارگاہ میں سلام پہنچانے کا فرمایا کہ آپ کے بھائی الیاس آپ کو سلام بھیجتے ہیں، حضورِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم غار میں تشریف لائے اور حضرت الیاس سے معانقہ فرمایا پھر دونوں مقدس حضرات نے وہیں بیٹھ کر آپس کی کچھ گفتگو بھی کی[15] صلح حدیبیہ کے موقع پر جو بیعتُ الرضوان لی گئی اس میں حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السّلام بھی شامل تھے۔[16]

حضرت الیاس و حضرت خضر کی ملاقات حضرت الیاس اور حضرت خضر دونوں نبی رمضان کے مبارک مہینے میں بیتُ المقدس میں ہوتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، دونوں صاحبان حج کو ہر سال تشریف لاتے ہیں، بعدِ حج آبِ زمزم شریف پیتے ہیں کہ وہی سال بھر تک ان کے کھانے پینے کو کفایت کرتا ہے۔[17] ایک روایت کے مطابق ہر سال حج کے موسم میں مِنیٰ کے مقام پر ملاقات کرتے، ایک دوسرے کا حلق فرماتے اور ان کلمات پر باہمی ملاقات ختم فرماتے ہیں: سُبْحٰنَ اللّٰہِ مَا شَاءَ اللّٰہُ لَایَسُوْقُ الْخَیْرَ اِلَّا اللّٰہُ مَا شَاءَ اللّٰہُ لَا یُصْلِحُ السُّوْءَ اِلَّا اللّٰہُ مَا شَاءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ یعنی اللہ پاک ہے، جو اللہ چاہے، بھلائی صرف اللہ لاتا ہے، جو اللہ چاہے، بُرائی کو صرف اللہ ٹالتا ہے، جو اللہ چاہے، نیکی کی طاقت صرف اللہ کی توفیق سے ہے۔[18] حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جو ان کلمات کو صبح و شام تین بار پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اسے ڈوبنے، جل جانے اور (اس کا مال) چوری ہونے سے محفوظ رکھے گا، شیطان، ظالم بادشاہ، سانپ اور بچھو سے بھی حفاظت کی جائے گی۔[19]

وفات مبارکہ سال کے باقی دنوں میں حضرت الیاس علیہ السّلام تو جنگلوں اور میدانوں میں گشت فرماتے رہتے ہیں اور پہاڑوں اور بیابانوں میں اکیلے اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں جبکہ حضرت خضر علیہ السّلام دریاؤں اور سمندروں کی سیر فرماتے اور اپنے رب کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں، یہ دونوں مقدس حضرات دینِ محمدی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے احکامات کے تابع ہیں اور آخری زمانے میں وفات پائیں گے۔[20]

(جاری ہے)

---

(1) پ 21، العنکبوت: 57 (2) اتحاف السادۃ المتقین، 14 / 153 - الرقۃ والبکاء لابن قدامہ مقدسی، ص140 (3) زرقانی علی المواہب، 7 / 402 (4) فیضانِ مدینہ، جمادی الاخریٰ 1440ھ، ص48 (5) نام رکھنے کے احکام، ص131 (6) نہایۃ الارب فی فنون الادب، 14 / 10 (7) مستدرک، 3 / 470، حدیث: 4175 - نہایۃ الارب فی فنون الادب، 14 / 17 (8) سیرت الانبیاء، ص722 (9) نہایۃ الارب فی فنون الادب، 14 / 10 (10) نہایۃ الارب فی فنون الادب، 14 / 11 (11) سیرت الانبیاء، ص722 - صراط الجنان، 8 / 341 (12) ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص505 (13) مراٰۃ المناجیح، 8 / 8 ملتقطاً (14) تاریخ ابن عساکر، 9 / 213 - فتاویٰ رضویہ، 29 / 639 (15) فیض القدیر، 3 / 672، تحت الحدیث: 4133 (16) مراٰۃ المناجیح، 8 / 274 ملخصاً (17) تفسیر قرطبی، 8 / 86، الصفت: 123 - فتاویٰ رضویہ، 26 / 401 (18) تاریخ ابن عساکر، 9 / 211 (19) سیرت حلبیہ، 3 / 212 (20) عجائب القرآن، ص294 - مستدرک، 3 / 470، حدیث: 4175 - فیض القدیر، 4 / 572، تحت الحدیث: 5880۔

مدنی مذاکرے کے سوال جواب

1 فطری بات اور قدرتی بات میں فرق

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ فطری بات ہے، یہ قدرتی بات ہے، ان دونوں میں کیا فرق ہے؟

جواب: فطرت و قدرت کے ایک ہی معنیٰ ہیں، نیز فطرت، عادت کو بھی بولتے ہیں کہ اس کی فطرت یہ ہے یعنی اس کی عادت یہ ہے۔

2 صحن میں کھلے آسمان کے نیچے نماز پڑھنا کیسا؟

سُوال: اگر ایک ہی کمرہ ہو اور جگہ نہ ہو نماز پڑھنے کی تو کیا باہر صحن میں کھلے آسمان کے نیچے نماز پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! بالکل پڑھ سکتے ہیں، کمرہ ہو یا نہ ہو، میدان میں بھی نماز پڑھی جاسکتی ہے بلکہ کئی مقامات پر میدانوں میں عید کی نماز پڑھی جاتی ہے، اللہ پاک توفیق دے تو اِنْ شَآءَ اللّٰہُ الکریم میدانِ عرفات میں بھی کھلے آسمان تلے نماز پڑھیں گے، منیٰ شریف میں خیمے بنے ہوتے ہیں مگر لوگ پھر بھی میدان میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں۔

3 کیا بچّوں کو آئینہ دکھانے سے دانت دیر سے نکلتے ہیں؟

سُوال: سنا ہے کہ بچوں کو آئینہ نہیں دکھانا چاہئے دانت دیر سے آتے ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: یہ افواہ، مجھ تک آج پہلی بار پہنچی ہے، ایسا کچھ نہیں ہے، دانت نکلنے کا ٹائم جو اللہ پاک کے علم میں ہے اس کے مطابق ہی دانت آئیں گے، آئینہ نہ رکاوٹ بنے گا، نہ اسپیڈ بڑھائے گا۔

4 تکبیرِ قُنوت کہنے کے بعد ہاتھ لٹکانا کیسا؟

سوال: وِتر میں دُعائے قُنوت کے لئے اَللّٰہُ اَکْبَر کہنے کے بعد ہاتھ لٹکانے چاہئیں یا نہیں؟

جواب: وِتر میں دُعائے قُنوت کے لئے اَللّٰہُ اَکْبَر کہنے کے بعد ڈائریکٹ ہاتھ باندھ لینے چاہئیں، لٹکانے نہیں چاہئیں۔ تکبیرِ تحریمہ میں بھی ایسا ہی کرنا چاہئے۔

5 علمِ دین کس طرح حاصل کیا؟

سُوال: آپ نے مفتی وقارُ الدین رحمۃ اللہ علیہ سے کتنا عرصہ علمِ دین حاصل کیا؟

جواب: حضرت مفتی وقارُ الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں تقریباً 22 سال میرا آنا جانا رہا ہے، اگرچہ جس طرح باقاعدہ کتابیں پڑھتے ہیں اس طرح ان سے کتابیں نہیں پڑھیں، لیکن

اَلحمدُلِلّٰہ میں نے ان سے وہ وہ مسائل سیکھے ہیں جو عام طور پر انسان کتابیں پڑھ کر نہیں سیکھ سکتا۔

6 عدّت کے بعد شوہر کی قبر پر جانا کیسا؟

سُوال: کیا عورت کے لئے عدّت ختم ہونے کے بعد شوہر کی قبر پر جانا ضروری ہے؟

جواب: عدت سے پہلے ہو یا بعد میں! بہر صورت قبروں کی زیارت کے لئے جانا عورت کو منع ہے۔ رسولِ پاک صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم کے روضۂ پاک کے علاوہ دیگر مزارات پر عورت کو جانے کی اجازت نہیں۔

7 زکوٰۃ کے پیسے مسجد میں لگانا کیسا؟

سُوال: کیا زکوٰۃ کے پیسے مسجد میں لگا سکتے ہیں؟

جواب: زکوٰۃ کے پیسے ڈائریکٹ مسجد میں نہیں لگا سکتے، زکوٰۃ کو مخصوص اسلامی طریقے پر عمل کر کے مسجد کے لئے دے دینا دُرست ہے یعنی زکوٰۃ دینے والے کو چاہئے کہ زکوٰۃ کے حق دار کو زکوٰۃ کا مالک بنائے کہ یہ زکوٰۃ ادا ہونے کی شرط ہے، پھر وہ شخص اپنی مرضی سے یہ رقم مسجد بنانے کے لئے دے دے تو یہ جائز ہے۔(دیکھئے: بہارِ شریعت، 1/890) ایسا کرنے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ اگر زکوٰۃ کے پیسے ڈائریکٹ مسجد میں ہی لگا دیئے تو یہ جائز نہیں ہے اور اس طرح زکوٰۃ بھی ادا نہیں ہوگی۔

8 مسجد کی کتاب گھر لے جانا کیسا؟

سُوال: کیا مسجد کی کتاب کو مُطالَعے کے لئے گھر لے جاسکتے ہیں؟

جواب: اگر کتاب مسجد کے لئے وقف ہے تو اسے گھر نہیں لے جاسکتے بلکہ مسجد ہی میں اس کتاب سے فائدہ حاصل کیا جائے گا اور پڑھا جائے گا۔(دیکھئے: بہارِ شریعت، 2/535، 536) وقف شدہ کتاب پر قلم سے نشان لگانا، کاغذ موڑنا یا نام لکھنا درست نہیں۔ طلبۂ کرام بھلے مسجد کے قراٰنِ کریم میں سبق پڑھیں مگر اس میں نشان لگانا کہ "اتنا سبق ہوا ہے" یہ دُرست نہیں ہے۔

9 اَفْضَلُ الْبَشَرِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ بِالتَّحْقِیْق کا مطلب

سوال: "اَفْضَلُ الْبَشَرِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ بِالتَّحْقِیْق" کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ نبیوں کے بعد تمام انسانوں میں افضل حضرت ابو بکر صِدّیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

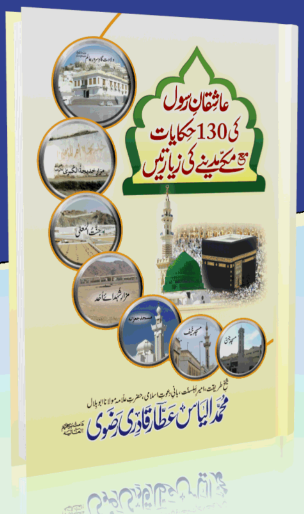

حاضریِ حرمین کی سعادت پانے والوں کے لئے بہترین کتابیں "عاشقانِ رسول کی 130 حکایات" اور "رفیق الحرمین" ان کتابوں کو مکتبۃ المدینہ سے حاصل کیجئے۔

دارالافتاء اہلسنت

1 بلڈر کا مزید رقم طلب کرنا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک زیرِ تعمیر عمارت میں دو سال پہلے بلڈر سے 63 لاکھ روپے کا ایک فلیٹ بک کروایا تھا اور کچھ رقم ایڈوانس کے طور پر دے چکا تھا، اب سیمنٹ اور سریے کے ریٹ کافی زیادہ بڑھ چکے ہیں جس کی وجہ سے بلڈر کی جانب سے مزید رقم کا مطالبہ کیا جا رہا ہے، کیا بلڈر کا سودا ہو جانے کے بعد مزید رقم کا مطالبہ کرنا درست ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں بلڈر کا سودا طے ہو جانے کے بعد مزید رقم طلب کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ زیرِ تعمیر بلڈنگ میں فلیٹ بک کروانا "بیع استصناع" ہے، اور مفتیٰ بہ قول کے مطابق بیع استصناع کرنے سے عقد لازم ہو جاتا ہے اور خریدار اور بیچنے والے میں کوئی بھی فریق اپنے معاہدے سے نہیں پھر سکتا لہٰذا مذکورہ صورت میں جب خرید و فروخت کے وقت ایک قیمت طے کرلی گئی تو اب اسی طے شدہ قیمت کے بدلے فلیٹ تیار کر کے دینا بلڈر کی ذمہ داری ہے، اسے خود سے ریٹ بڑھانے کا شرعاً اختیار نہیں۔ تاہم اگر دونوں فریق باہمی رضامندی سے پُرانے عقد کو ختم کر کے نیا سودا کریں تو آپس کی رضامندی سے نئی قیمت طے کرنے کی گنجائش ہے۔ لیکن اس کے لئے جبر نہیں ہو سکتا جیسا کہ عام طور پر بلڈرز حضرات یکطرفہ جبر کرتے ہیں یا اپنی مرضی سے غیر طے شدہ چارجز بڑھا دیتے ہیں یہ جائز نہیں ہے۔ (الہدایہ مع البنایۃ، 7/21- تبیین الحقائق، 4/124- فتاویٰ رضویہ، 17/87- بہار شریعت، 2/623)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

2 قضا روزہ کی نیت کس وقت معتبر ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی رات میں یہ نیت تھی کہ اگر میری سحری میں آنکھ کھلی تو میں نے قضا روزہ رکھنا ہے، لیکن سحری کے وقت زید قضا روزے کی نیت کرنا ہی بھول گیا اور مطلق روزے کی نیت سے اس نے روزہ رکھا، پھر صبح اسے یاد آیا کہ میں نے تو آج قضا روزہ رکھنا تھا۔ اب معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا اس صورت میں زید دن میں اس قضا روزے کی نیت کر سکتا ہے؟ کیا دن میں نیت کر لینے سے اس کا وہ قضا روزہ ادا ہو جائے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں زید کا وہ قضا روزہ ہی ادا ہو گا۔

مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ قضا روزے کی نیت رات میں یا

عین صبحِ صادق کے وقت کرنا ضروری ہے اس کے بعد قضا روزے کی نیت معتبر نہیں، اب جبکہ صورتِ مسئولہ میں زید نے رات ہی میں قضا روزے کی نیت کرلی تھی پھر اگرچہ کہ سحری اس نے مطلق روزے کی نیت سے کی لیکن کہیں بھی اس قضا روزے کی نیت سے رجوع کرنا نہیں پایا گیا، لہٰذا قضا روزے کی نیت رات ہی میں کرلینے سے اس کا وہ قضا روزہ شمار ہوگا۔(ردالمحتار مع الدرالمختار، 3/393- فتاویٰ عالمگیری، 1/196- بحرالرائق، 3/458ملتقطاً- فتاویٰ فیض الرسول، 1/512)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

3 حجِ قران میں قربانی کی طاقت نہ تھی اور عرفہ سے پہلے تین روزے نہ رکھے تو کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حجِ قران یا حجِ تمتع کرنے والا قربانی کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، تو اس پر دس روزے رکھنا لازم ہیں۔ تین روزے عرفہ کے دن سے پہلے اور بقیہ سات روزے حج کے دنوں کے بعد رکھے گا۔ پوچھنا یہ ہے اگر کسی نے عرفہ کے دن سے پہلے تین روزے نہیں رکھے اور قربانی کا دن آگیا، تو اب ایسے شخص کے لئے کیا حکمِ شرعی ہوگا؟ روزے رکھ سکتا ہے یا قربانی ہی کرے گا؟ شرعی رہنمائی فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں ایسے شخص پر اب قربانی کرنا ہی لازم ہوگا، روزہ رکھنے سے، قربانی کا واجب ادا نہیں ہوگا۔

”27 واجباتِ حج اور تفصیلی احکام“ میں ہے: ”اگر نویں ذوالحجہ تک پہلے کے تین روزے نہیں رکھے یہاں تک کہ یومِ نحر آگیا، تو اب روزے رکھنا کافی نہیں، بلکہ قربانی کرنا ہی لازم ہے۔ قربانی نہ کی تو نہ صرف قربانی ذمہ پر باقی رہے گی، بلکہ تاخیر کی، تو اس کی بنا پر دم دینا بھی لازم ہوگا۔“ (27واجباتِ حج اور تفصیلی احکام، ص111- فتاویٰ ہندیہ، 1/239)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

4 صاحبِ ترتیب نے قضا نہ پڑھی اور اگلی نماز شروع کردی تو کیا کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صاحبِ ترتیب شخص کی فجر قضا ہوگئی، صاحبِ ترتیب شخص، ظہر کی نماز الگ سے پڑھ رہا تھا، دورانِ نماز ابھی ایک رکعت ہی پڑھی تھی کہ یاد آیا کہ فجر کی قضا نماز ابھی تک باقی ہے۔ پوچھنا یہ ہے صاحبِ ترتیب شخص جو ظہر کی نماز پڑھ رہا ہے، ظہر کی نماز پوری کرے یا نماز توڑ دے؟ ظہر کی نماز کا وقت ختم ہونے میں کافی وقت باقی ہے۔ شرعی رہنمائی فرما دیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں ظہر کی نماز فاسد ہوگئی، پہلے فجر کی قضا نماز پڑھے اور بعد میں دوبارہ نئے سرے سے ظہر کی نماز ادا کرے۔

اس مسئلہ کی تفصیل کچھ یوں کہ صاحبِ ترتیب شخص پر لازم ہوتا ہے کہ قضا نماز یاد ہونے کی صورت میں پہلے قضا نماز پڑھے، بعد میں وقتی نماز پڑھے اور وقتی نماز ادا کرنے کے دوران یہ یاد آیا کہ قضا نماز باقی ہے اور وقتی نماز کے وقت میں بھی گنجائش ہو اس طرح کہ قضا نماز پڑھنے کے بعد، وقتی نماز ادا ہونے کا وقت بچا ہو، جیسا کہ سوال میں بیان کردہ صورت میں ہے، تو اس صورت میں جو وقتی نماز ادا کررہا ہے، وہ فاسد ہو جائے گی۔ لہٰذا صاحبِ ترتیب شخص پر لازم ہوگا کہ پہلے فجر کی قضا نماز ادا کرے اور پھر ظہر کی نماز ادا کرے۔

(فتاویٰ ہندیہ، 1/122- ملخصاً از فتاویٰ امجدیہ، حصہ 1، 1/271، 272)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کام کی باتیں

- اگر ہم اپنے گھروں کو ٹوٹنے سے بچانا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے ہمیں اپنے رویوں کا جائزہ لینا پڑے گا، میاں بیوی دونوں اپنے رویے اور سُلوک (Behaviour) کا جائزہ لیں کہ وہ کتنا بہتر ہے اور کتنا بہتر نہیں ہے۔
- ہمارا پرابلم یہ ہے کہ ہمیں مال کی طلب ہے اور ایسی طلب ہے جو ختم نہیں ہو رہی۔
- ہم اُس کل (مستقبل Future) کی بات کرتے ہیں جس کے پل کا پتا نہیں، اور اس کل (یعنی قبر و آخرت) کے بارے میں سوچتے نہیں کہ جس میں کسی شک وشبہے کی کوئی گنجائش نہیں۔
- اس سے پہلے کہ آنکھیں بند ہوں ہمیں اپنی آنکھیں کھولنی ہیں۔
- دعوتِ اسلامی ہند سنّتوں بھری تحریک ہے، یہ ہمیں دنیا اور آخرت دونوں کو بہتر کرنے کا طریقہ بتاتی ہے۔
- ہم دو طرف سے مار کھا رہے ہیں، ایک طرف سے تو یوں کہ "نیکی نہیں کر رہے۔" اور دوسری طرف سے اس طرح کہ "ہم گناہ بھی کر رہے ہیں۔" اسے یوں سمجھ سکتے ہیں کہ کسی دکان دار نے سارا دن کوئی نفع کمایا ہی نہیں کہ اس کا بزنس نہیں ہوا، جس کے سبب کرایہ، ملازمین کی تنخواہیں اور دیگر بلز بھی سر پر چڑھ گئے۔ اور ساتھ ہی اسی تاریخ کو دکان میں چوری بھی ہو گئی۔
- بُرائی کرنے والا اچھائی نہیں پا سکتا۔ اللہ کی نافرمانی بُرائی ہے، رسولِ پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی نافرمانی بُرائی ہے، اسلام کی تعلیمات کے خلاف چلنا بُرائی ہے۔
- ہر بُرائی اپنا کوئی نہ کوئی بُرا نتیجہ لاتی ہے اسی طرح اچھائی بھی اپنا کوئی نہ کوئی اچھا نتیجہ لاتی ہے۔
- جیسے جیسے اُداسیاں، مایوسیاں اور بے چینیاں بڑھ رہی ہیں ویسے ویسے ہماری ذمہ داریاں بھی بڑھ رہی ہیں، لہٰذا اس تناظر میں خرچ کرنے کے لئے ویسے تو بہت سی چیزیں ہیں مگر آج کے اس دور میں جس چیز کو زیادہ خرچ کرنے کی ضرورت ہے وہ "آپ کی توجہ، وقت اور حوصلہ افزائی ہے۔" آج ان چیزوں

کی بہت ضرورت ہے، اور یقیناً ان چیزوں کو خرچ کرنے سے انسان کا جاتا کچھ نہیں ہے۔

❁ جہاں تک ممکن ہو کوشش کی جائے کہ اپنی پریشانیاں اپنے حد تک ہی رکھی جائیں اور بلاضرورت کسی کو بتائی نہ جائیں۔

❁ یقین، اعتماد اور امید۔ یہ بڑی خوب صورت چیزیں ہیں، نیز یہ زندگی کے پلر ہیں، اگر یہ تینوں ٹوٹ جائیں اور ختم ہو جائیں تو انسان کی زندگی اُجڑ جاتی ہے۔

❁ اگر آپ کو کسی بھی نعمت کے ملنے پر خوشی حاصل ہوتی ہے، مثلاً کسی معاملے میں آسانی ہو گئی، برکت نظر آگئی، خیر کا پہلو سامنے آگیا، کوئی بھی خوشی والی بات پتا چل گئی۔ اب یا تو اس کے شکرانے میں دو رکعت نمازِ نفل غیر مکروہ وقت میں ادا کر لیجئے، اگر نفل نہیں پڑھ پاتے تو باوُضو قبلے کی طرف رخ کر کے سجدۂ شکر ادا کر لیجئے، میرا یقینِ کامل ہے کہ اگر آپ نے یہ عادت بنالی تو اِن شآءَ اللہ نعمتیں آپ کے پاس تیزی سے آنا شروع ہو جائیں گی۔

❁ مثبت سوچ کوشش سے بنتی ہے، جب آپ اپنی سوچ کو پوزیٹیو بناتے ہیں تو وہ نیگیٹیویٹی سے باہر نکلنا شروع ہو جاتی ہے، اور جب آپ اپنی سوچ کو نیگیٹیو کرتے ہیں تو وہ پوزیٹیویٹی سے باہر نکلنا شروع ہو جاتی ہے، آپ اپنی سوچ کو جیسا لے کر چلیں گے تو وہ ویسی ہی بنتی چلی جائے گی، سوچ کے تعلق سے میرا اپنا جو تجزیہ اور دیکھا بھالا معاملہ ہے وہ یہ ہے کہ مثبت سوچ آپ کو سکون دلاتی اور منفی سوچ آپ کو بے چینی دلاتی ہے۔ لہٰذا اگر آپ سکون اور راحت چاہتے ہیں تو اپنی سوچ کو مثبت کیجئے۔

❁ ہماری سوسائٹی میں حقوق کا جتنا پرچار کیا جارہا ہے اسی قدر حق تلفیاں بھی بڑھتی جارہی ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ زبانی خرچ ہمارے مزاج کا حصہ بن گیا ہے کہ ہم بس حقوق کا کہتے رہیں البتہ حقوق ادا کرنے کا کوئی حساب نہیں ہے۔ اللہ پاک اس بات کو پسند نہیں فرماتا کہ ہم جو کہیں وہ کریں نہیں، قراٰنِ کریم میں اس کا ارشادِ پاک ہے: ﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ(۴۴)﴾ ترجَمۂ کنزُالایمان: کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔ (پ 1، البقرۃ:44) دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ(۲)﴾ ترجَمۂ کنزُالایمان: اے ایمان والو کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے۔ (پ28، الصّف:2)

❁ یہ ایک واضح سی بات ہے کہ جب بھی آپ خلافِ فطرت کچھ کریں گے تو نقصان ہو گا۔ یہ غیر فطری عمل خواہ کھانے پینے کا ہو، سونے جاگنے کا ہو یا زندگی کے کسی بھی پہلو سے متعلق ہو۔

❁ ہم انسانوں میں رہتے ہیں اور انسانوں کے ساتھ انسانیت کے ساتھ رہا جاتا ہے۔

❁ اگر ماں چاہتی ہے کہ میرے بچے اپنے والد کی عزت کریں تو وہ اپنے کردار کے ذریعے اپنی اولاد کو بتائے کہ بیٹا آپ کے ابو کا مقام کیا ہے۔

❁ اگر باپ چاہتا ہے کہ میری اولاد اپنی ماں کی عزت کرے تو وہ اپنے انداز اور اپنے کردار کے ذریعے انہیں بتائے کہ آپ کی ماں کی اہمیت اور آپ کی ماں کی قدر کیا ہے۔ اس طرح کا انداز اپنی فیملی میں دکھانا بہت ضروری ہوتا ہے۔

❁ اگر آپ اپنے گھر کو خوشیوں بھرا اور پُرسکون ماحول دینا چاہتے ہیں تو ایک دوسرے کی عزت کرنے اور کروانے کا درس دیں اور عمل بھی کریں۔

اللہ پاک ہمیں ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

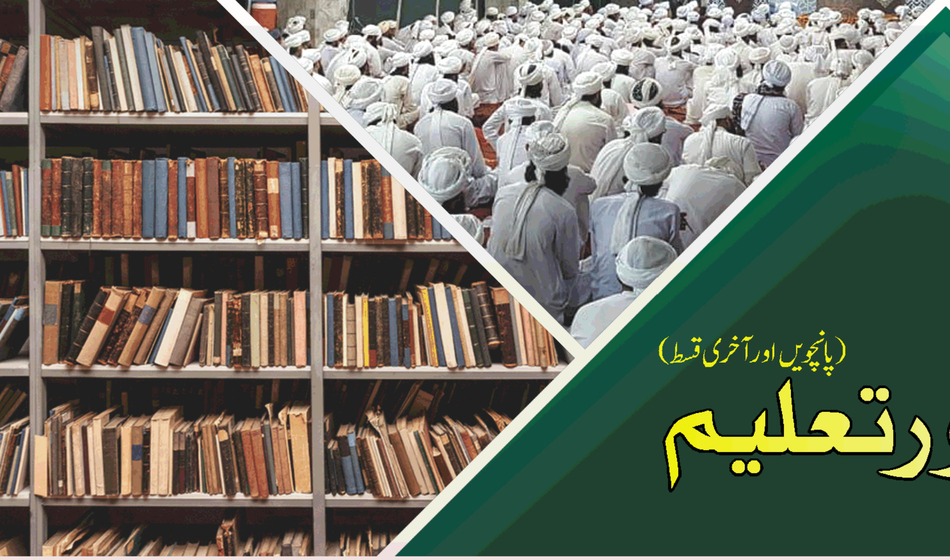

(پانچویں اور آخری قسط)

اسلام اور تعلیم

13 ہنر مند افراد پیدا کیجیے

ایک بہترین اور اچھے معاشرے کے لئے ہنر مند افراد کا ہونا بھی ضروری ہے تاکہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں، بے روزگاری کا خاتمہ ہو، تجارتی اور صنعتی سرگرمیاں عام ہوں، نئی نئی ایجادات معرضِ وجود میں آئیں، درآمدات اور برآمدات میں اضافہ ہو، معیشت مضبوط ہو، ہر خاندان خود کفیل ہو اور معاشرہ خوشحال ہو جائے۔

ہنر کی پذیرائی: رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم نے فرمایا: نیک مردوں کا کام کپڑے سینا اور نیک عورتوں کا کام سوت کاتنا ہے۔[1]

14 اہلِ فن سے رجوع اور کسی ایک فن میں مہارت

ہر شخص اپنی زندگی میں مختلف قسم کے علوم و فنون سیکھتا ہے لیکن اس کا قلبی رجحان اور دلچسپی کسی ایک کی طرف ہوتی ہے لہٰذا اس کو اسی میں آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ اس فن میں ماہر ہو جائے اور لوگوں کی اس میں راہنمائی کر سکے، حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص قراٰنِ مجید کے بارے میں پوچھنا چاہے تو وہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے، جو فرائض کے بارے میں پوچھنا چاہے وہ حضرت زید بن ثابت سے اور جو فقہ کے بارے میں پوچھنا چاہے تو وہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے اور جو مال کے لین دین کے بارے میں پوچھنا چاہے وہ میرے پاس آئے۔[2]

15 علم کے حصول اور پختگی میں معاون انداز

سوال کرنے کا طریقہ کار: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم سے کسی چیز کے متعلق سوال کرنا چاہتے تو حضرت علی، حضرت سلمان یا حضرت ثابت بن معاذ رضی اللہ عنہم کو کہتے کیونکہ یہ رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم سے سوال کرنے کا حوصلہ رکھتے تھے۔[3]

سبق یاد کرنے کا طریقہ: حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حدیث کا تکرار کرتے رہا کرو کیونکہ اس کی بقا تکرار کرنے ہی میں ہے۔[4]

سبق کے نوٹس بھی بنانے چاہئیں: حضرت سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضورِ اکرم صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم کے پاس چمڑے پر قراٰنِ مجید لکھتے تھے۔[5]

16 فکرِ معاش سے آزاد رہ کر حصولِ علم

حصولِ علم کے لئے بہترین انداز: زیادہ بہتر انداز سے وہ شخص علم حاصل کر سکتا ہے جسے علم حاصل کرنے کا شوق ہو اور وہ گھریلو و معاشی ذمہ داریوں سے آزاد ہو کر یکسوئی کے ساتھ علم حاصل کرے۔ ورنہ جو شخص ذمہ داریوں اور فکرِ معاش کے مسائل کو حل کرنے میں لگا رہتا ہے تو اس کی تعلیم میں حرج لازم آتا ہے اور دوسرے اس پر فوقیت لے جاتے

ہیں چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگ کہتے ہیں کیا وجہ ہے کہ مہاجرین اور انصار حضرت ابو ہریرہ کی طرح کثرت سے حدیثیں بیان نہیں کرتے؟ میں تمہیں بتلاتا ہوں کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ ہمارے مہاجر بھائی بازاروں میں اپنے کاروبار میں لگے رہتے اور انصاری بھائی اپنی زمین کی دیکھ بھال میں مصروف رہتے، میں محتاج آدمی تھا میر اسارا وقت نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی خدمت میں گزرتا جس وقت یہ موجود نہ ہوتے میں موجود ہوتا اور جن چیزوں کو وہ بھلا دیتے میں محفوظ کرلیتا۔ ایک دن رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: جو شخص اپنا کپڑا بچھا دے گا وہ مجھ سے سنی ہوئی حدیث کو کبھی نہیں بھولے گا۔ میں نے اپنا کپڑا بچھا دیا حتّٰی کہ آپ نے اپنی حدیث پوری کرلی، پھر میں نے اس کپڑے کو اپنے ساتھ چمٹا لیا، اس کے بعد آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے سنی ہوئی بات کو کبھی نہیں بھولا۔[6]

17 اشاعتِ علم کے لئے تصنیفی خدمات

علم کو عام کرنے اور دوام بخشنے کا ایک بہترین ذریعہ تصنیف بھی ہے کہ کتاب کے ذریعے علم رہتی دنیا تک محفوظ ہو جاتا ہے، کتاب دنیا کے مختلف خطوں میں پھیل جاتی ہے، لوگوں کی رسائی علم تک آسان ہو جاتی ہے، مصنف کے جانے کے بعد بھی اُس کی خدمات باقی رہتی ہیں، لوگ اِس سے مستفید ہوتے رہتے ہیں، کتاب مزید تحقیقات کے لئے معاون ثابت ہوتی ہے چنانچہ اسلام میں سب سے پہلے حضرت ابن جریج رحمۃُ اللہِ علیہ کی کتاب مکۂ مکرمہ میں تصنیف ہوئی پھر یمن میں حضرت معمر بن راشد صنعانی رحمۃُ اللہِ علیہ کی کتاب تصنیف ہوئی پھر مدینۂ طیبہ میں حضرت امام مالک رحمۃُ اللہِ علیہ کی مُوَطّا تصنیف ہوئی پھر حضرت سفیان ثوری رحمۃُ اللہِ علیہ کی کتاب جامع تصنیف ہوئی۔[7]

18 مسائلِ عوام کی راہنمائی کا اہتمام

علم کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ لوگوں کے مسائل اور معاملات میں ان کی شرعی راہنمائی کی جائے اور ان کے درپیش مسائل کو شرعی تقاضوں کے مطابق حل کیا جائے جس کے لئے دارُ الافتاء قائم کیا جائے اور اس میں بہترین مفتیانِ کرام کا انتخاب کیا جائے چنانچہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق، حضرت سیدنا عمر فاروق، حضرت سیدنا عثمان غنی، حضرت سیدنا علیُّ المرتضیٰ رضی اللہ عنہم حضورِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی حیاتِ طیبہ میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔[8]

اللہ کریم ہمیں علمِ دین حاصل کرنے، اس پر عمل کرنے اور اسے دوسروں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

---

(1) تاریخ ابن عساکر، 36 / 199 (2) کنز العمال، 2 / 237، حدیث: 11634 ملخصاً (3) الاصابۃ، 1 / 535 (4) دارمی، 1 / 156، حدیث: 603 (5) شعب الایمان، 2 / 432، حدیث: 2311 (6) دیکھئے: مسلم، ص 1040، حدیث: 6399 (7) احیاء العلوم، 1 / 112 ملخصاً (8) تاریخ الخلفاء، ص 39۔

بچوں کو اسلام کی بنیادی باتیں یعنی عقائد، نماز، دعائیں اور سیرت مبارکہ کی بنیادی تعلیم دینے کے لیے نصابی اور غیر نصابی طور پر پڑھانے کے لیے بہترین کتابیں۔

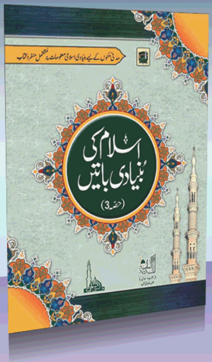

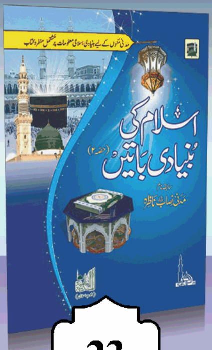

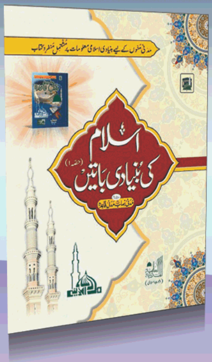

پہلے خبر کنفرم کرلیجئے

(Please ensure authenticity of the news first)

ہمیں زندگی میں خوش کرنے والی خبریں بھی ملتی ہیں اور پریشان کرنے والی بھی! احتیاط اس میں ہے کہ دونوں قسم کی خبروں کو پہلی فرصت میں کنفرم کرلیا جائے کیونکہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ خوشی کی خبر ملی اور ہم جُھوم اُٹھے، بعد میں پتا چلا کہ یہ خوشی کی خبر ہمارے لئے نہیں تھی بلکہ کسی اور کے بارے میں تھی، اس پر ہمیں صدمہ اور افسوس ہوتا ہے۔ جیسے کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ اسپتال والوں نے خوشخبری دی کہ مبارک ہو آپ کا بیٹا پیدا ہوا ہے لیکن بعد میں پتا چلا کہ یہ خبر کسی اور کے لئے تھی۔ اسی طرح اسٹوڈنٹ کو پتا چلا کہ اس کی فرسٹ پوزیشن آئی ہے تو اس نے خوشیاں منائیں لیکن جب رول نمبر وغیرہ اچھی طرح ملایا گیا تو معلوم ہوا کہ پوزیشن کسی اور اسٹوڈنٹ کی آئی ہے۔ اسی طرح کا معاملہ نوکری ملنے کی خبر پر بھی ہوسکتا ہے۔

اسی طرح پریشان کن خبر کو بھی کنفرم کرلینا چاہئے تاکہ ہم خواہ مخواہ کی پریشانی سے بچ سکیں۔ جیسے انتقال کسی اور کا ہوا، لیکن اسے بتایا گیا کہ تمہارا فلاں عزیز فوت ہوگیا ہے تو اس کے دل و دماغ پر غم کے بادل چھاگئے لیکن جب فوتگی والے گھر پہنچا کہ وہ رشتہ دار تو زندہ سلامت ہے۔ چنانچہ اس طرح کی خبر کو بھی کراس چیک کرلینا چاہئے۔

امی جان کا انتقال؟

اسی نوعیت کا واقعہ بلال عطّاری مدنی کے ساتھ پیش آیا، انہی کی زبانی سنئے: یہ 2011ء کی بات ہے کہ میں درجہ سابعہ (7th Year) میں تفسیرِ بیضاوی کا سبق پڑھ رہا تھا۔ اس دوران ناظم صاحب کو لینڈ لائیڈ پر کال آئی کہ میں بلال کی ہمشیرہ ہوں، میری امی کا انتقال ہوگیا ہے۔ ناظم صاحب نے فوری طور پر استاذِ محترم کو آکر بتایا: بلال بھائی کے گھر سے فون آیا ہے کہ ان کی والدہ کا انتقال ہوگیا ہے۔ یہ سنتے ہی میں فوری طور پر غم اور صدمے کی حالت میں کلاس سے گھر کے لئے نکل گیا۔ استاد صاحب نے دُعائے مغفِرت کی اور فوری طور پر ایک اسٹوڈنٹ کو بھیجا کہ ان کو گھر چھوڑ آیئے۔ جب میں گھر پہنچا تو امی جان سامنے کھڑی تھیں میں بھاگ کر ان سے لپٹ گیا۔ پھر انہیں ساری بات بتائی تو انہوں نے اصل صورتِ حال سے آگاہ کیا کہ حقیقت میں انتقال آپ کی رضاعی ہمشیرہ کی ساس کا ہوا ہے، جنہیں وہ امی کہہ کر پکارتی تھی۔ اب بات کھلی کہ میری رضاعی بہن نے جب ناظم صاحب کو ایمرجنسی کال میں یہ کہا کہ میں بلال کی ہمشیرہ بول رہی ہوں، میری امی کا انتقال ہوگیا ہے، تو کسی بھی شخص کی طرح وہ یہ سمجھے کہ جب فون کرنے والی بلال بھائی کی بہن ہے اور وہ اپنی امی کی فوتگی کی خبر دے رہی ہے تو انتقال بلال بھائی کی امی کا ہوا ہے اور یہی خبر انہوں نے استاد صاحب کی وساطت سے مجھے دی۔ بہرحال اس سارے دورانیے میں میری جو حالت ہوئی وہ میں ہی جانتا ہوں۔

علامہ مفتی نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتیں

اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ محترم رئیسُ المتکلمین حضرت علّامہ مولانا مفتی نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 1246ھ جُمادَی الاُخریٰ کی آخری یا رَجَبُ المُرَجَّب کی پہلی تاریخ کو بریلی شریف میں ہوئی۔ آپ نے ساری تعلیم اپنے والدِ ماجد مولانا رضا علی خان رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی جو اپنے زمانے کے زبردست عالمِ دین تھے۔ 5 جُمادَی الاُولیٰ 1294ھ کو اپنے صاحبزادے (اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ مارہرہ مطہّرہ حاضر ہوئے اور خاتمُ الاکابر سیّدنا شاہ آلِ رسول رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ بیعت حاصل کیا۔ مرشِدِ گرامی نے اُسی مجلس میں باپ اور بیٹے دونوں کو تمام سَلاسِل کی خلافت بھی عطا فرمادی۔[1] رئیسُ المتکلمین کا وصال آخر ذوالقعدۃ الحرام 1297ھ مطابق 1880ء بروز جمعرات 51 برس، 5 ماہ کی عمر میں ہوا اور اپنے والدماجد کے پہلو میں دَفن ہوئے۔[2]

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت، عقائد، اعمال اور تصوّف وغیرہ کے موضوع پر شاندار کُتُب تحریر فرمائیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتابوں میں جابجا نصیحتیں فرمائی ہیں، ان میں سے 8 نصیحتیں درج ذیل ہیں۔

دعا کے متعلق آپ ارشاد فرماتے ہیں:

1 اے عزیز! اگر دعا قبول نہ ہو، تو (تجھے چاہئے کہ) اُسے اپنا قصور سمجھے، خدائے تعالیٰ کی شکایت نہ کرے کہ اس کی عطا میں نقصان نہیں، تیری دعا میں نقصان ہے (یعنی اس مولیٰ کریم عزّوجل کی عطا میں کوئی کمی نہیں، کمی تو تیرے دعا کرنے میں ہے)۔[3]

2 اے عزیز! وہ کریم و رحیم ہے، بے مانگے کروڑوں نعمتیں تیرے حوصلہ ولیاقت سے زیادہ تجھے عطا کرتا ہے۔ اگر تو اس سے مانگے گا کیا کچھ نہ پائے گا۔[4]

فکرِ آخرت دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

3 اے نفس! جوانی میں بڑھاپے سے پہلے اور بڑھاپے میں مرنے سے آگے عبادت نہیں کرتا اور جاڑے سے سامانِ گرمی اور گرمی سے سامان جاڑے کا درست کرتا ہے کیا دوزخ کی زمہریر کو اس سردی اور اس کی آگ کو اس گرمی سے بھی کم جانتا ہے؟[5]

دین اور علمائے دین سے دور مال داروں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

4 تم نے تو دنیا کی ناز و نعمت کو بہشت اور اِس کی رنج و مصیبت کو دوزخ سمجھ لیا کہ ہر وقت اسی کی فکر میں رہتے ہو۔ کبھی وعظ کی مجلس یا عالِم کی خدمت میں نہیں جاتے بلکہ اس قسم کی باتوں سے گھبراتے ہو اور کسی کی خاطر سے کوئی بات سن لیتے ہو تو اس پر عمل نہیں کرتے، افسانہ بیہودہ سمجھتے ہو،

باوجود اس کے ایمان کا دعویٰ کیے جاتے ہو۔[6]

گناہوں کی مذمت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

5 افسوس انسان کے حال پر کہ اگر ہر گناہ پر ایک کنکر کسی مکان میں ڈالے تو تھوڑے عرصہ میں مکان بھر جائے اور جو کراماً کاتبین لکھنے پر اُجرت لیں تمام مال و اسباب اُن کی اجرت کو کفایت نہ کرے باوجود اس کے کبھی خیال نہیں کرتا کہ میں نے کیا کیا اور انجام اس کا کیا ہے۔ ہاں اگر سو دفعہ "سبحان اللہ" پڑھے تو تسبیح پر شمار کرے اور تمام دن بے ہودہ باتیں بکے اُسے ایک مرتبہ بھی نہ گنے اور پھر اس غفلت و نادانی پر اُمید رکھتا ہے کہ پلّہ نیکیوں کا بھاری ہو۔[7]

6 کیا لطف کی بات ہے کہ تو خدا کی قدرت پر بھروسا کرکے زہر نہیں کھاتا اور اس کے رحمت پر بھروسا کرکے زنا کرتا ہے اور شراب پیتا ہے اور نماز ترک کرتا ہے کہ مضرت اُس کی زہر کی مضرت سے بہت زیادہ ہے بلکہ در حقیقت تیرا یہ دعویٰ کہ میں خدا کی رحمت پر بھروسا کرتا ہوں اور اس سے مغفرت کی امید رکھتا ہوں، "عذر بدتر از گناہ ہے۔"[8]

نماز کی ترغیب دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

7 اے عزیز! تیری نادانی اور کم ہمتی پر کمال افسوس ہے کہ ہزار طرح کی محنت و مشقت دنیاء فانی کے واسطے اختیار کرتا ہے اور دو رکعت نماز سے کہ دونوں جہان کی دولت و عزت اُس سے حاصل ہوتی ہے دل چراتا ہے۔[9]

حضور نبیِّ رحمت صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضری کے آداب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

8 ہرگز ہرگز یہ خطرہ دل میں نہ لانا کہ میری بات یہاں کیا سنی جائے گی یا میں کس قابل ہوں کہ جو ایسی بارگاہ میں عرض حال کروں، وائے نادانی اگر ایسا خیال کیا تو تیرا حال کس قدر مشابہ ہے اس مریض نادان سے جو طبیب کے یہاں جائے اور مایوسی ظاہر کرے کہ میں تو بیمار ہوں طبیب میرے حال پر کیا التفات کرے گا، اے بے خبرو! طبیب تو اسی لئے ہے کہ بیماروں کی دلجوئی و چارہ سازی کرے پھر یہ بیجا ہراس (ناامیدی) اور بعلت علالت اس کی توجہ و عنایت سے یاس محرومی و بدبختی نہیں تو کیا ہے عیاذاً باللہ منہ۔[10]

---

(1) علامہ مولانا نقی علی خان حیات اور علمی و ادبی کارنامے، ص 51- جواہر البیان فی اسرار الارکان، ص 6 (2) جواہر البیان فی اسرار الارکان، ص 10 (3) فضائل دعا، ص 153 (4) فضائل دعا، ص 178 (5) سرور القلوب، ص 271 (6) سرور القلوب، ص 180 (7) انوار جمال مصطفےٰ، ص 47 (8) سرور القلوب، ص 76 (9) انوار جمال مصطفےٰ، ص 341 (10) جواہر البیان فی اسرار الارکان، ص 242۔

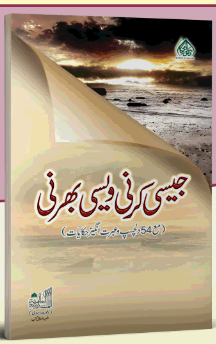

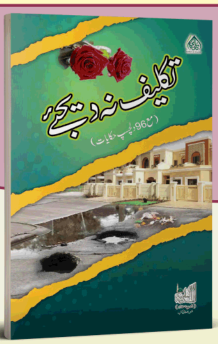

مختلف معاشرتی بُرائیوں کی طرف نشاندہی کرتی انتہائی معلوماتی کتاب بنام "**جیسی کرنی ویسی بھرنی**" اور انسان کے رہن سہن اور لین دین وغیرہ کے معاملات میں راہنمائی کرنے والی بہترین کتاب بنام "**تکلیف نہ دیجئے**" یہ دونوں کتابیں آج ہی مکتبۃُ المدینہ سے حاصل کیجئے یا دعوتِ اسلامی کی ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کرکے پڑھئے اور دوسروں کو شیئر بھی کیجئے۔

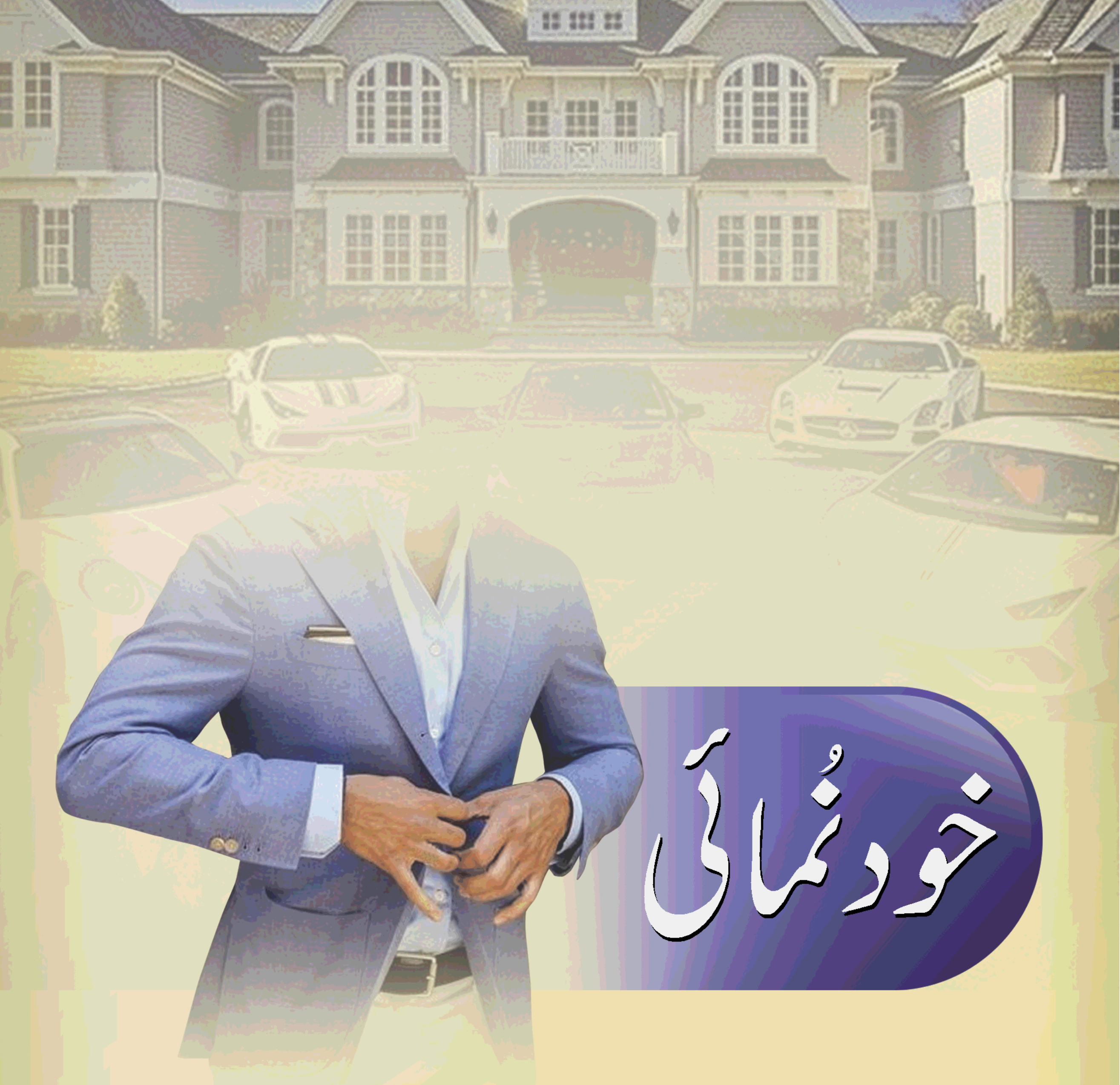

خود نُمائی

میں سب سے الگ اور نمایاں دِکھوں، میرے ملبوسات کے ڈیزائن اور کلرز کسی اور کے پاس نہ ہوں، نئے نئے فیشن اپناؤں، اعلیٰ برانڈ کی گھڑی اور گاڑی ہو، کسی محفل یا بیٹھک میں جاؤں تو مجھے نمایاں جگہ پر بٹھایا جائے! تعریف کی جائے، کوئی مخاطب ہو تو کچھ اعزازی اور توصیفی القابات کے ساتھ ہو، وغیرہ وغیرہ امور کی خواہش اور طلب کرنا اور پھر ان کو حاصل کرنے کی کوشش میں لگے رہنا، جن کے ذریعہ انسان دوسروں پر اپنی برتری جتا سکے نیز ہر وہ کام جس کے ذریعے دوسروں کو زیر کر کے ان پر فوقیت چاہنا مقصود ہو خود نمائی جیسی مذموم صفت میں داخل ہے۔

یہ کیا بَلا ہے ہر دَم کرتا ہے خود نمائی

خود نمائی کا مرادی معنی نمود و نمائش ہے۔ آسان لفظوں

میں اسے یوں کہئے کہ اپنی ذات و شخصیت کو نمایاں اور دوسروں سے ممتاز کرنے کی خواہش خود نمائی کہلاتی ہے۔

خود نمائی کے لئے بھاگ دوڑ زندگی کے مختلف پہلوؤں میں خود نمائی اس طرح داخل ہو چکی ہے کہ احساس تک نہیں ہوتا، خود نمائی میں مبتلا شخص مختلف ذرائع سے اپنے مفاد کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے؛ اب چاہے اس کو حاصل کرنے کے لئے اسے اپنے اندر کتنی ہی قابلیتیں اور خصوصیتیں پیدا کرنی پڑیں، گھنٹوں اور مہینوں اس کی محنت و مشق صرف نام و شہرت کی خاطر ہوگی، الغرض ایسا شخص ہر اس موقع سے باخبر رہے گا جس کے ذریعے نمایاں ہو سکے، واہ واکروانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نکلنے نہیں دے گا۔ "میں پہچانا جاؤں"، "فین فالونگ" کا بھوت اسے تھکنے نہیں دے گا بلکہ اس تھکن اور سعی و کاوش کو ایک ناقابلِ بیان تسکین اور خوشی قرار دے گا اور اس کا مقصد صرف اور صرف لوگوں کے دلوں میں اپنا سکّہ بٹھانا ہوتا ہے، ترقیاتی اور سوشل میڈیا کے اس دور میں اس کے نظارے جابجا دیکھنے کو ملتے ہیں۔

خود نمائی کی تباہی و آفات عارف باللہ عبد العزیز دباغ رحمۃ اللہِ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ایسا شخص بُرا ہے جو سواری، لباس، مکان یا غذا وغیرہ چیزوں میں اپنے آپ کو دوسروں سے نمایاں کرنے کا خواہش مند ہو! آپ رحمۃ اللہِ علیہ سے جب اس کی قباحت کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا: خود نمائی کے سبب انسان لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے اور اللہ پاک سے غافل ہو کر رہ جاتا ہے یوں خود نمائی اس کے لئے ربِّ کریم سے تعلق ٹوٹنے کا سبب بن جاتی ہے نیز جو پہلے سے ہی اللہ پاک سے دور ہوں تو یہ (یعنی خود نمائی کا مرض) اس کی مزید دوری کا سبب بنتا ہے اور ایسے شخص کی روح اس فعل سے نفرت کرتی ہے کیونکہ اس خود نمائی میں اسے اپنے رب کریم سے جوڑنے والا کوئی راستہ دکھائی نہیں دیتا اور اپنی بربادی صاف دکھائی دے رہی ہوتی ہے۔[1]

اِس بات کو بیان کرنے کے بعد شیخ عبد العزیز دباغ کے مریدِ خاص شیخ احمد بن مبارک رحمۃ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: "گویا خود نمائی میں دو آفات پائی جاتی ہیں ایک اپنی ذات کے اعتبار سے اور دوسری دیگر لوگوں کے لحاظ سے" (اپنی ذات کے اعتبار سے تو پچھلے کلام سے واضح ہے یعنی اللہ کریم سے دوری جبکہ لوگوں کے اعتبار سے یوں کہ ان کی طرف سے ملنے والی شہرت اور مقبولیت سے بَرآمد ہونے والے بھیانک نتائج۔)[2]

اسی طرح مختلف باطنی امراض میں مبتلا ہونے کا سخت امکان ہے کہ اب یا تو ان باطنی امراض میں فِی نفسہٖ خود نمائی اور نمود و نمائش کا عنصر ہوگا یا پھر اس تک پہنچانے والا جذبہ و جنون۔ یہاں چند نمایاں اور ہلاکت میں ڈالنے والی بُرائیوں کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ خود نمائی کی تباہ کاری مزید واضح ہو:

ریاکاری خود نمائی کے مریض کو اگر اپنے مفاد کا حصول عبادات و اعمال کی نمود و نمائش سے کرنا پڑا تو کر گزرے گا، حالانکہ ریا کے سبب عمل برباد ہو جاتے ہیں۔ **حل:** ریاکاری کے متعلق علم رکھے، عمل خالصۃً اللہ پاک کی رضا و خوشنودی کے لئے کرے، اپنے اعمال کو بلاضرورت و حاجت لوگوں میں ظاہر کرنے سے بچے اور پھر اللہ پاک کی جناب میں ان کی قبولیت کی امید رکھے۔

خود پسندی جب انسان خود نمائی کے ذریعہ حاصل ہونے والے ثمرات کو دیکھے گا تو اس بات کا قوی امکان ہے کہ خود کو کچھ سمجھ بیٹھے، اس کے اندر انانیت پیدا ہونے لگے اور یہ بات بھول جائے کہ کوئی ایسی ذات بھی ہے جس کی طرف سب محتاج ہیں۔ تمام انعامات اور عزتیں اس کی عطا کردہ ہیں، وہ چاہے تو پل بھر میں تمام نوازشات و نعمتیں واپس لے لے مگر حقیقت سے بے خبر، صرف ظاہر کو دیکھنے والا تمام ملی ہوئی نعمتوں مثلاً صِحّت یا حسن و جمال یا دولت یا ذِہانت یا خوش الحانی یا کسی منصب وغیرہ کو اپنا کارنامہ سمجھ بیٹھتا ہے اور یہ بھول جاتا ہے کہ سب

اللہ پاک ہی کی عنایت ہے، یہی خود پسندی ہے۔ جیسا کہ لُبابُ الاحیاء میں ہے: آدمی کو یہی برتری، تکبر اور اَنا کہ ”میں کچھ ہوں“ کا احساس جانے اَنجانے میں ہلاکت کی وادیوں تک پہنچا دیتا ہے۔[3]

تکبر انسان حق بات کو قبول نہ کرے، خود کو افضل سمجھے اور دوسروں کو حقیر جانے یہ تکبر ہے۔ لوگوں پر رعب جمانے کے لئے سینہ تانے اَکڑ اَکڑ کے چلنا بھی تکبر ہے اور یہ خود نمائی کی ایک صورت ہے حالانکہ متکبرانہ اور اَوباشوں اور لَفنگوں والی چال اللہ پاک کو ناپسند ہے۔ مفتی محمد قاسم عطاری مُدَّظِلُّہُ العالی لکھتے ہیں: تکبر و خود نمائی سے کچھ فائدہ نہیں البتہ کئی صورتوں میں گناہ لازم ہو جاتا ہے لہٰذا اترانا چھوڑو اور عاجزی قبول کرو۔[4] الغرض خود نمائی تکبر کا مرض پیدا کرنے کا ایک سبب ضرور بنتی ہے، عافیت اس سے جان چھڑانے میں ہے۔

حرص ولالچ خود نمائی کی آفات میں سے ایک آفت لالچ اور حرص کا پیدا ہو جانا بھی ہے، ایسا شخص اپنی ذات کو دوسروں پر ترجیح دیتا ہے، صورتحال جیسی بھی ہو ذاتی سہولت اور مفاد ہر وقت پیشِ نظر رکھتا ہے، ایثار و خیر خواہی کا جذبہ لالچ کے پہاڑ کے نیچے کچل دیتا ہے، اس کی بے حسی جذبۂ احساس کو مات دے دیتی ہے، کھانے پینے یا کسی اور چیز کی قلت کے موقع پر اس کی خود بینی کی عادت (یعنی اپنی ذات کو مقدم رکھنا) یہی کہے گی کہ میں سب کچھ سمیٹ لوں، میرا تَن بدن ڈھکنا چاہیے لوگ کن حالات سے گزر رہے ہیں مجھے اس کی کچھ پرواہ نہیں۔ **حل:** ایثار اور مسلمانوں کی خیر خواہی کرے نیز ابتداءً تکلف کے ساتھ نیکی کی راہ میں مال خرچ کرے۔

خلاصہ یہ کہ باطنی بیماری کا علاج و حل اس کی ضد سے ہوتا ہے جیسے تکبر کا علاج تواضع سے، بُخل کا علاج سخاوت سے ہوتا ہے۔ یوں ہی خود نمائی کے علاج کے لئے ان تمام چیزوں سے بچنا لازم ہے جو اس کی طرف لے جانے یا اس مرض کے پیدا ہونے کا سبب بنیں: جیسے شہرت طلبی کہ میرا نام ہو، واہ واہ کی جائے، فیمس ہو جاؤں وغیرہ۔ اس کے علاوہ حُبِ جاہ یعنی کسی عہدے یا منصب وغیرہ کی جستجو وغیرہ۔

نوٹ: خود نمائی پر تمام گفتگو کو پڑھنے کے بعد ان علامات و حالات کے مطابق اپنی ذات کا محاسبہ کیا جائے نہ کہ ان پر دوسروں کو پَرکھتے اور خود نمائی کا الزام لگاتے پھریں کیونکہ عین ممکن ہے کہ جس چیز کے پیشِ نظر ہم ان پر خود نمائی کا حکم لگا رہے ہوں، سامنے والا وہ کام کسی ایسی نیت کے تحت کر رہا ہو کہ جو جائز یا کم اَز کم قباحت کے دائرے سے باہر ہو کیونکہ اعمال نیتوں کے ساتھ ہیں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: لاکھوں مسائل واحکام فرقِ نیت سے متبدل (تبدیل) ہو جاتے ہیں۔[5] جیسا کہ رسولِ پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ارشاد فرماتے ہیں: ”بعض فخر کے طور پر خود نمائی کرنے والوں کو اللہ پاک پسند فرماتا ہے اور بعض کو ناپسند، جن خود نمائی کرنے والوں کو اللہ پاک پسند فرماتا ہے وہ جنگ کے دوران اَکڑ کر چلنا یا صدقہ دیتے وقت فخر کرنا ہے اور جن کو اللہ پاک ناپسند فرماتا ہے وہ یہ ہے کہ آدمی ظلم اور فخر کی حالت میں اِترا کر چلے۔“[6] مفسرِ قراٰن مفتی نعیم الدین مراد آبادی رحمۃُ اللہِ علیہ ایک مقام پر لکھتے ہیں: ریا اور خود نمائی اور خود سرائی کی ممانعت فرمائی گئی لیکن اگر نعمتِ الٰہی کے اعتراف اور اطاعت وعبادت پر مسرّت اور اس کے ادائے شکر کے لئے نیکیوں کا ذکر کیا جائے تو جائز ہے۔[7] مزید وضاحت کے لئے فتاویٰ رضویہ سے یہ عبارت ملاحظہ کیجیے: ”یہ کہنا کہ میں عالم ہوں اگر کسی وقت، کسی ضرورت ومصلحت شرعی کے سبب ہے تو حرج نہیں، اور اگر بلا ضرورت ہے تو جَہل اور خود نمائی ہے، خود ستائی کے لئے ہے تو سخت گناہ ہے۔“[8]

ربِ کریم ہمیں نفس کی چالوں، شیطان کے مکر و فریب، ظاہری و باطنی گناہوں سے بچائے، خود نمائی اور اُس کی آفات سے محفوظ رکھے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

---

(1) الابریز، 1/478، 479 (2) الابریز، 1/478، 479 (3) لباب الاحیاء، ص289 ملتقطاً (4) صراط الجنان، 5/463 ملتقطاً (5) فتاویٰ رضویہ، 8/11 (6) ابوداؤد، 3/69، حدیث: 2659 (7) خزائن العرفان، پ27، النجم، تحت الآیۃ: 32 (8) فتاویٰ رضویہ، 16/68۔

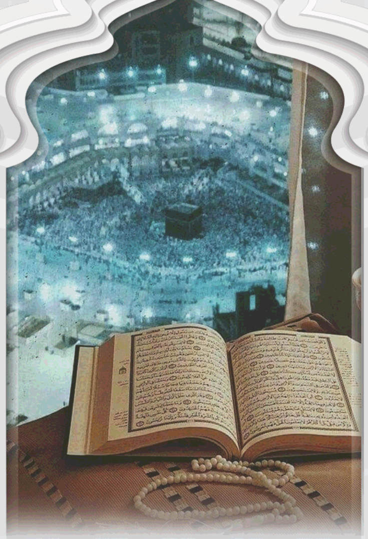

(دوسری اور آخری قسط)

قیامت کے دن نور دلانے والی نیکیاں

اللہ پاک کے آخری نبی محمدِ عربی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: (قیامت کے دن) ایمان والوں کو ان کے اعمال کے مطابق نور عطا کیا جائے گا، ان میں سے کچھ کو بڑے پہاڑ کی مثل نور عطا کیا جائے گا جو ان کے آگے دوڑتا ہوگا، بعض کو اس سے کم نور عطا کیا جائے گا، بعض کو ان کے سیدھے ہاتھ میں کھجور کی مثل نور عطا کیا جائے گا اور بعض کو اس سے بھی کم، یہاں تک کہ ان میں سے ایک شخص کو اس کے پاؤں کے انگوٹھے پر نور عطا کیا جائے گا، کبھی وہ چمکنے لگے گا اور کبھی بُجھ جائے گا۔ جب وہ چمکے گا تو یہ قدم بڑھاتے ہوئے چلے گا اور جب بُجھ جائے گا تو یہ کھڑا ہو جائے گا۔ اور پل صراط سے بھی وہ اپنے نُور کے مطابق گزریں گے۔ ان میں سے بعض پلک جھپکنے کی دیر میں گزر جائیں گے، بعض بجلی کے چمکنے کی طرح گزریں گے، بعض بادلوں کی طرح گزریں گے، بعض ستارہ ٹوٹنے کی طرح گزریں گے، بعض ہوا کی طرح گزریں گے، اور بعض تیز گھوڑے کی طرح گزریں گے۔ اور جس شخص کو قدموں کے انگوٹھے پر نور عطا کیا جائے گا وہ اپنے چہرے، ہاتھوں اور پاؤں پر گھسٹتا ہوا گزرے گا، ایک پاؤں کو کھینچے گا تو دوسرا اٹک جائے گا۔ اس کے ارد گرد آگ پہنچ جائے گی، وہ اسی طرح چلتا رہے گا یہاں تک کہ نجات پا جائے گا۔[1] اے عاشقانِ رسول! قیامت کے دن نور حاصل کرنے کے لئے آگے بیان کی جانے والی نیکیوں پر ثواب کی نیت سے عمل کیجئے،

10 فرامینِ مصطفےٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم:

1 ہر کنکری کے عِوض نُور (دورانِ حج مِنیٰ کے مقام پر) تمہارا شیطان کو مارنے کے لئے کنکریاں پھینکنا قیامت کے دن تمہارے لئے نور ہوگا۔[2]

2 ہر بال کے بدلے نور (مناسکِ حج کی ادائیگی کے بعد) ”حاجی جب اپنا سر منڈواتا ہے تو اس کے سر سے گرنے والے ہر بال کے بدلے قیامت کے دن اس کے لئے ایک نور ہوگا۔“[3] اللہ پاک ہر عاشقِ رسول کو بار بار حج کی سعادت نصیب کرے اور مذکورہ دونوں نیکیاں ثواب کی نیت سے کرنے کی بھی توفیق عطا کرے۔

3 وضو کی برکت سے اعضائے وضو پر نور ”میری امت قیامت کے دن بلائی جائے گی، ان کی پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں وضو کے اَثر (یعنی وضو کی برکت) سے سفید اور چمکتے ہوں گے، تم میں سے جو اپنی سفیدی اور چمک میں اضافے کی استطاعت رکھتا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ (ایسا) کرے۔“[4] اس حدیثِ مبارکہ کے تحت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یعنی میری اُمّت کے چہرے اور چاروں ہاتھ پاؤں روزِ قیامت وضو کے نور سے روشن ہوں گے تو تم میں جس سے ہو سکے اُسے چاہئے کہ اپنے اس نور کو زیادہ کرے یعنی چہرہ کے اطراف میں جو حدیں شرعاً مقرر ہیں اُس سے کچھ زیادہ دھوئے اور ہاتھ نِصف (آدھے) بازو اور پاؤں نیم ساق

(آدھی پنڈلی) تک (دھوئے)۔[5]

مسلمان سے پریشانی دور کرنے کے عوض نور 4 ”جس نے کسی مسلمان کی ایک پریشانی دور کی تو اللہ پاک قیامت کے دن اس کے لئے پل صراط پر نور کی ایسی دو شاخیں بنا دے گا جن کی روشنی سے اتنے عالَم روشن ہوں گے جنہیں اللہ پاک کے سوا کوئی شمار نہیں کر سکتا۔“[6]

محترم قارئین! جو دنیا میں کسی کی ایک پریشانی دُور کرے گا اللہ پاک قیامت کے دن اس کی ایک پریشانی دُور فرمائے گا، پریشان حال تنگ دست قرضدار کو مزید مہلت دینے اور مقروض کے قرض میں کمی کرنے والے کو اللہ پاک قیامت کی پریشانیوں سے نجات عطا فرمائے گا، نیز قرض معاف کرنے والے کو تو قیامت کے دن اللہ پاک اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا۔[7]

عمامے کے ہر پیچ پر ایک نور 5 ”عمامے کے ہر پیچ پر کہ مسلمان اپنے سر پر دے گا، قیامت کے دن اسے ایک نور عطا کیا جائے گا۔“[8]

اے عاشقانِ رسول! ایسی دو رکعتیں جو عمامہ کے ساتھ پڑھی جائیں وہ بغیر عمامے والی ستّر (70) رکعتوں سے بہتر ہیں۔[9] عمامہ میں پڑھی گئی نماز دس ہزار نیکیوں کے برابر ہے۔[10] عمامہ باندھنے سے سینے کی کشادگی حاصل ہوتی اور بُردباری نصیب ہوتی ہے۔[11] عمامے نہ صرف عربوں کے تاج ہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے تاج ہیں، لہٰذا ہم سب کو چاہئے کہ عمامہ باندھنے میں اپنی عزت و آبرو سمجھیں اور عمامہ باندھنے پر ہمیشگی اختیار کریں۔[12]

اسلام کی حالت میں بوڑھا ہونے کے سبب نور 6 ”جو شخص اسلام میں بوڑھا ہو، تو وہ اُس کے لئے قیامت کے دن نور ہو گا۔“[13] یعنی سفید ریش والے مؤمن کے لئے قیامت میں نور ہو گا کہ اس کی سفید ڈاڑھی نورانی ہو گی یا نور کا باعث ہو گی اس دن سوائے ابراہیم علیہ السلام کے ڈاڑھی کسی کے نہ ہو گی مگر یہ سفید ڈاڑھی چہرہ کے نور کا باعث ہو گی۔[14] 7 ”جو اللہ کی راہ میں بوڑھا ہوا، اس کے لئے قیامت کے دن نور ہو گا۔“[15] حضرت علی، حضرتِ سلمہ بن اَکْوَع، حضرتِ اُبَی بن کعب اور بہت صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے کبھی خضاب نہ لگایا، اپنی ڈاڑھی اور سر سفید رکھے، وہ فرماتے تھے کہ چٹی ڈاڑھی نور اور درجات کا باعث ہو گی۔[16]

دُرودِ پاک پڑھنے کے عوض نور 8 تم اپنی مجلسوں کو مجھ پر دُرودِ پاک پڑھ کر آراستہ کرو کیونکہ تمہارا مجھ پر دُرودِ پاک پڑھنا قِیامت کے دن تمہارے لئے نور ہو گا۔[17] 9 جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر 100 مرتبہ دُرودِ پاک پڑھے گا، وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اُس کے ساتھ ایک ایسا نور ہو گا کہ اگر وہ ساری مخلوق میں تقسیم کردیا جائے تو سب کو کافی ہو جائے۔[18]

10 مجھ پر درودِ پاک پڑھنا قیامت کے دن پُل صراط کے اندھیرے کے وقت نور ہو گا۔[19]

اے عاشقانِ رسول! درودِ پاک پڑھنے سے اللہ پاک کے حکم کی تعمیل ہوتی، نیکیاں ملتیں، رحمتیں نازل ہوتیں، گناہ مٹتے اور درجات بلند ہوتے ہیں۔ درود شریف پڑھنا قیامت کے دن نبیِّ رحمت صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی شفاعت کے حصول کا سبب اور پُل صراط پر ثابت قَدمی اور سلامتی کے ساتھ گزرنے کا باعث ہے۔ دُرُودِ پاک پڑھنا گناہوں کو اِس قَدر جلد مٹاتا ہے کہ پانی بھی آگ کو اُتنی جلدی نہیں بجھاتا، دُرُود شریف پڑھنے والے کا یہ اِعزاز بھی ہے کہ اللہ پاک کے آخری نبی محمد عربی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں اس کا نام اور اس کے باپ کا نام پیش کیا جاتا ہے۔ لہٰذا نور والے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم پر کثرت سے درود شریف پڑھتے رہئے۔

اللہ پاک ہمیں ان تمام نیکیوں پر عمل کی توفیق عطا فرما کر قیامت کے دن ان کے بدلے نور بھی عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

---

(1) معجم کبیر، 9/358، حدیث: 9763 ملتقطاً (2) مجمع الزوائد، 3/575، حدیث: 5588 (3) صحیح ابن حبان، 3/181، حدیث: 1884 (4) بخاری، 1/71، حدیث: 136، نزھۃ القاری، 1/501 (5) فتاویٰ رضویہ، 1/848 (6) معجم اوسط، 3/254، حدیث: 4504 (7) ترمذی، 3/52-373، حدیث: 1310-1937 (8) کنز العمال، 8/132، حدیث: 41126 (9) جامع صغیر، ص 273، حدیث: 4468 (10) فردوس الاخبار، 2/31، حدیث: 3621 (11) فیض القدیر، 1/709، تحت الحدیث: 1142 (12) عمامہ کے فضائل، ص 81 (13) ترمذی، 3/237، حدیث: 1640 (14) مراٰۃ المناجیح، 6/169 (15) ترمذی، 3/237، حدیث: 1641 (16) مراٰۃ المناجیح، 6/169 (17) جامع صغیر، ص 280، حدیث: 4580 (18) حلیۃ الاولیاء، 8/49، حدیث: 11341 (19) افضل الصلات علی سید السادات، الفصل الرابع، ص 27۔

احکامِ تجارت

01 رقم کی ضرورت ہو تو مجبوری میں اپنا گردہ بیچنا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ گھر کے فرد کے علاج کے لئے پیسے نہ ہوں اور وہ شدید تکلیف میں ہو تو کیا ہم اس کے علاج کے لئے اپنا گردہ بیچ سکتے ہیں؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جواب: جی نہیں! کسی کے علاج کے لئے اپنا گردہ بیچنا، جائز نہیں اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہو۔

مسئلے کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ خرید و فروخت کی بنیادی شرائط میں سے یہ ہے کہ جس چیز کو بیچا جارہا ہے، وہ "مال" ہو جبکہ انسانی اعضاء مال نہیں ہیں نیز ان اعضاء کی خرید و فروخت کرنا شرفِ انسانی کے بھی خلاف ہے کہ اللہ پاک نے انسان کو معزز و محترم بنایا ہے لہٰذا سخت مجبوری میں بھی کسی کو اپنے اعضاء میں سے کوئی عضو بیچنا جائز نہیں، اپنی مالی مشکلات کے حل کے لئے اللہ پاک سے دعا کیجئے اور قریبی عزیز کے علاج کے لئے دیگر جائز اسباب اختیار کیجئے۔

شرفِ انسانی کے متعلق قرآن کریم میں اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْۤ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا۠(۷۰)﴾

ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی اور ان کو خشکی اور تری میں سوار کیا اور ان کو ستھری چیزیں روزی دیں اور ان کو اپنی بہت مخلوق سے افضل کیا۔ (پ15، بنی اسرآءیل: 70)

عنایہ شرح ہدایہ میں ہے: "و جزء الآدمی لیس بمال... وما لیس بمال لایجوز بیعه" یعنی انسانی اعضاء مال نہیں ہیں اور جو چیز مال نہ ہو اس کی خرید و فروخت جائز نہیں۔ (عنایہ شرح ہدایہ، 3/585)

فتح القدیر میں ہے: "(ان الآدمی مکرم غیر مبتذل، فلایجوز ان یکون شیئا من اجزائه مهانا و مبتذلا) وفی بیعه اهانة" یعنی انسان شرف و عزت والا ہے لہٰذا کسی انسانی عضو کی توہین و تحقیر کرنا، جائز نہیں اور انسانی عضو کو بیچنے میں اس کی اہانت ہے۔

(فتح القدیر، 6/391)

بدائع الصنائع میں ہے: "والآدمی بجمیع اجزائه محترم مکرم، ولیس من الکرامة والاحترام ابتذاله بالبیع والشراء" یعنی انسان اپنے تمام اعضاء کے ساتھ محترم و مکرم ہے خرید و فروخت کرکے ان اعضاء کی تحقیر کرنا، انسان کے شرف و حرمت کے خلاف ہے۔ (بدائع الصنائع، 6/562)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

02 قسطوں پر موبائل خرید کر اسی دکاندار کو نقد میں بیچنا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ہم قسطوں پر خرید و فروخت کا کام کرتے ہیں بعض اوقات کسٹمر آکر کہتا ہے کہ مجھے قسطوں پر موبائل لینا ہے اور پھر اسے آگے فروخت کرنا ہے کیونکہ مجھے پیسوں کی ضرورت ہے۔ کیا ایسے کسٹمر کو چیز بیچ سکتے ہیں جس کا مقصد اس کو خرید کر استعمال کرنا نہیں بلکہ آگے فروخت کرنا ہے؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ اس کسٹمر کو چیز قسطوں پر بیچنے کے بعد کیا دکاندار اس سے واپس نقد میں کم قیمت پر خرید سکتا ہے؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جواب: 1 گاہک نے جب چیز خرید لی تو وہ اس کا مالک ہو گیا اب چاہے وہ چیز آگے کسی کو بیچے یا تحفے میں دے یا استعمال کرے یہ اس کی مرضی ہے اس کو یہ اختیار حاصل ہے لہٰذا گاہک کو وہ چیز قسطوں میں بیچنا، جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔

واضح رہے کہ قسطوں پر کاروبار کرنا دراصل ادھار خرید و فروخت ہی کی ایک قسم ہے جس میں چیز نقد کے مقابلے میں زائد قیمت پر بیچی جاتی ہے اور قیمت کی ادائیگی بھی قسطوں کی صورت میں ہوتی ہے۔ نقد اور اُدھار کی قیمتوں میں فرق کرنا شرعاً جائز ہے لہٰذا قسطوں پر خرید و فروخت بھی جائز ہے جبکہ سودا کرتے وقت چیز کی قیمت طے ہو اور قیمت کی ادائیگی کی مدت بھی طے ہو۔

البتہ اگر اس کاروبار میں کوئی ناجائز شرط لگائی تو اس ناجائز شرط کی وجہ سے وہ بیع فاسد ہو جائے گی جیسے یہ شرط لگانا کہ ”اگر قسط وقت پر نہ دی تو جرمانہ دینا ہو گا“ ناجائز شرط ہے کیونکہ شریعت میں مالی جرمانہ جائز نہیں، لہٰذا اس شرطِ فاسد کی بنا پر یہ بیع فاسد ہو گی جس کا فسخ کرنا عاقدین پر واجب ہو گا، اگر فسخ نہ کریں تو گنہگار ہوں گے۔

2 جب کسٹمر نے خریدی ہوئی چیز کی قیمت مکمل طور پر ادا نہ کی ہو تو دکاندار کا وہی چیز کسٹمر سے کم قیمت میں واپس خریدنا جائز نہیں۔ لہٰذا دریافت کی گئی صورت میں چونکہ دکاندار نے موبائل قسطوں میں بیچا ہے اور ابھی اس موبائل کی مکمل قیمت ادا نہیں ہوئی ہے لہٰذا دکاندار نے جس قیمت پر بیچا ہے اس سے کم قیمت میں کسٹمر سے وہ موبائل نقد میں بھی واپس نہیں خرید سکتا۔ ہاں اگر اس میں کوئی نقصان پیدا ہو گیا ہو تو پھر کم قیمت میں بھی خرید سکتا ہے۔

صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: ”جس چیز کو بیع کر دیا ہے اور ابھی ثمن وصول نہیں ہوا ہے اس کو مشتری سے کم دام میں خریدنا، جائز نہیں اگرچہ اس وقت اس کا نرخ کم ہو گیا ہو۔“

مزید لکھتے ہیں: ”کم داموں میں خریدنا اُس وقت ناجائز ہے جب کہ ثمن اُسی جنس کا ہو اور مبیع میں کوئی نقصان نہ پیدا ہوا ہو اور اگر ثمن دوسری جنس کا ہو یا مبیع میں نقصان ہوا ہو تو مطلقاً بیع جائز ہے۔“

(بہار شریعت، 2/708)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

03 مضاربت کا نفع لینا کیسا جبکہ معلوم نہ ہو کہ مضارب نے شرعی اصولوں کا خیال رکھا یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ میں نے شرعی رہنمائی لے کر ایک شخص کو بطور مضاربت پیسے دیئے، اس نے ان پیسوں کے ذریعے تجارت کی اور اَلْحَمْدُلِلّٰہ نفع ہوا، اب ہم مضاربت کو ختم کر رہے ہیں میرے لئے مضاربت کا نفع لینا کیسا ہے کیونکہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ مضارب نے تجارت شرعی اصولوں کے مطابق کی ہے یا نہیں؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جواب: پوچھی گئی صورت میں آپ نے اگر مضاربت کی تمام شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے عقدِ مضاربت کیا ہے تو آپ کے لئے مضاربت سے حاصل ہونے والا نفع لینا حلال ہے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ مضارب نے یہ نفع حرام طریقہ سے کمایا ہے کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ اس نے یہ نفع حلال طریقہ سے کمایا ہے۔

درمختار میں ہے: ”دفع مالہ مضاربۃ لرجل جاھل جاز اخذ ربحہ ما لم یعلم انہ اکتسب الحرام“ یعنی کسی جاہل شخص کو مضاربت کے طور پر مال دیا تو مضاربت سے حاصل ہونے والا نفع لینا جائز ہے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ اس نے حرام طور پر کمایا ہے۔

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے: ”لان الظاھر انہ اکتسب من الحلال“ یعنی کیونکہ ظاہری طور پر اس نے حلال طریقے سے کمایا ہو گا۔ (درمختار، 7/518)

بہار شریعت میں ہے: ”کسی جاہل شخص کو بطور مضاربت روپے دے دیئے، معلوم نہیں کہ جائز طور پر تجارت کرتا ہے یا ناجائز طور پر تو نفع میں اس کو حصہ لینا جائز ہے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ اس نے حرام طور پر کسب کیا ہے۔“ (بہار شریعت، 2/813)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ

ایک سفر میں پیارے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اگر تم نے پانی تلاش نہ کیا تو کل پیاسے رہ جاؤ گے۔ لوگ جلدی سے پانی کی تلاش میں نکل پڑے لیکن ایک جاں نثار صحابی آقائے دوعالَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے ساتھ رہے، پیارے نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو سواری پر اونگھ آگئی اور سواری کا کجاوہ ایک طرف جھکنے لگا تو صحابیِ رسول نے اسے سہارا دیا (اور اوپر کیا) تو وہ اپنی جگہ پر ٹھہر گیا، (کچھ دیر بعد) کجاوہ پھر جھکنے لگا تو صحابیِ رسول نے اسے پھر سہارا دیا (اور اوپر کیا) تو وہ پھر سے اپنی جگہ پر ٹِک گیا، کجاوہ تیسری مرتبہ پھر جھکنے لگا قریب تھا کہ نیچے زمین پر آجاتا یہ دیکھ کر صحابیِ رسول نے اسے ایک بار پھر سے سہارا دیا لیکن اس بار نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم بیدار ہوگئے، پوچھا: کجاوے کے ساتھ کون ہے؟ عرض کی: ابو قتادہ! رحمتِ عالَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے پھر پوچھا: کب سے ساتھ چل رہے ہو؟ عرض کی: رات سے! یہ سُن کر حضورِ اکرم نے یوں دعا دی: اللہ تمہاری حفاظت کرے جس طرح تم نے اس کے رسول کی حفاظت کی۔[1]

پیارے اسلامی بھائیو! حضرت سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کا اصل نام حارث بن رِبْعی ہے مگر شہرت ابو قتادہ کنیت سے ہوئی۔[2]

فضائل و مناقب آپ کا شمار نہایت بہادر شہ سواروں میں ہوتا ہے آپ کو فارسِ رسولُ اللہ (یعنی رسول اللہ کے شہ سوار) کہا جاتا ہے[3] ایک موقع پر ارشادِ مصطفےٰ ہوا: ہمارے بہترین شہ سوار ابو قتادہ اور بہترین پیادہ سَلَمہ بن اَکْوَع رضی اللہ عنہما ہیں۔[4] آپ نے رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے محافظ ہونے کے فرائض بھی سرانجام دیئے ہیں[5] آپ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے یا نہیں اس میں اختلاف ہے مگر بعد والے تمام غزوات میں شرکت کی ہے۔[6]

بارگاہِ رسالت میں ایک بار آپ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: میرے سر پر زلفیں ہیں، کیا انہیں کنگھا کیا کروں؟ سیدِ عالَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: ہاں اور ان کا اِکرام کرو۔ لہٰذا آپ فرمانِ مصطفےٰ کی وجہ سے کبھی دن میں دو دو مرتبہ تیل لگالیا کرتے۔[7] ایک جنگ کے موقع پر حضورِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی نگاہِ کرم آپ کی طرف اٹھی تو دُعا دی: اے اللہ! اس کے بال اور کھال میں برکت دے اس کے چہرے کو کامیاب بنادے، آپ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! آپ کو بھی۔ اس وقت حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ایک زخم لگا ہوا تھا، رحمتِ عالَم نے پوچھا: تمہارے چہرے پر کیا چیز لگی؟ عرض کی: تیر لگا تھا، حضورِ اقدس صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: قریب آجاؤ، آپ قریب ہوئے تو پیارے آقا نے اپنا لعابِ دہن آپ کے چہرے پر لگادیا، اس کی برکت یہ ظاہر ہوئی کہ نہ تو درد ہوا نہ زخم میں پیپ پڑی۔[8]

میت کا قرضہ ادا کیا آپ کے دل میں اپنے مسلمان بھائیوں

کے لئے خیر خواہی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا، ایک مرتبہ ایک صحابی کا جنازہ لایا گیا رحمتِ عالَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے دریافت فرمایا: کیا اس میت کے ذمہ قرض ہے؟ لوگوں نے عرض کی: 18 درہم کا قرض ہے، (جس پر قرض ہوتا تھا آقائے دو عالم اس کا جنازہ نہیں پڑھاتے تھے) ارشاد فرمایا: کیا اس نے قرضہ کی ادائیگی کے لئے کچھ چھوڑا ہے؟ عرض کی گئی: میت نے کچھ نہیں چھوڑا، ارشاد فرمایا: تم لوگ نمازِ جنازہ پڑھا دو، اس موقع پر آپ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! اگر میں اس کا قرضہ ادا کر دوں تو آپ اس کی نماز جنازہ پڑھا دیں گے؟ سید دوعالَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اگر تم ادا کر دو گے تو میں اس کی نماز پڑھا دوں گا، آپ اسی وقت گئے قرضہ ادا کر دیا اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو گئے، پھر پیارے نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے میت کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔[9]

مقروض پر مہربانی آپ نے کسی کو قرضہ دیا ہوا تھا، واپس لینے کے لئے اس کے پاس جاتے تو وہ آپ سے چھپا رہتا (اور سامنے نہ آتا)، ایک دن گئے (دروازہ کھٹکھٹایا) تو اس کا لڑکا باہر نکلا آپ نے لڑکے سے پوچھا تو اس نے کہا: وہ گھر میں ہیں اور کھانا کھا رہے ہیں، آپ نے بلند آواز سے کہا: اے فلاں! باہر نکل آؤ مجھے پتا چل گیا ہے کہ تم گھر میں ہو، یہ سُن کر وہ شخص باہر نکل آیا آپ نے اس سے چھپنے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا: میرے پاس کچھ نہیں ہے میں تنگ دست ہوں، پوچھا: اللہ کی قسم! کیا تم تنگ دست ہو؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں! یہ سُن کر آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور (اس کا قرض معاف کرتے ہوئے) فرمایا: پیارے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا ہے: جس نے اپنے قرض دار کو مہلت دی یا اس کا قرضہ معاف کیا تو بروزِ قیامت عرش کے سائے میں ہوگا۔[10]

جانور پر شفقت ایک مرتبہ اپنے بیٹے کے گھر گئے تو بہو نے آپ کے وضو کے لئے پانی رکھا، ایک بلی آئی اور اس برتن میں منہ ڈال کر پانی پینے لگی، آپ نے (بلی کو بھگانے کے بجائے) برتن اس کی طرف جھکا دیا یہاں تک کہ بلی نے پانی پی لیا، بہو یہ منظر دیکھ رہی تھی، آپ نے پوچھا: تمہیں حیرت ہو رہی ہے؟ عرض کی: جی! آپ نے فرمایا: فرمانِ مصطفےٰ ہے: بلی نجس نہیں۔[11]

جذبۂ سرفروشی آپ خود اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اپنے سر کو دھو رہا تھا ابھی سر کے آدھے حصے کو دھویا تھا کہ گھوڑے کے ہِنہنانے کی آواز آئی وہ اپنا کُھر زمین پر مار رہا تھا، میں سمجھ گیا کہ جنگ کا موقع آچکا ہے، میں اپنے سر کے بقیہ حصے کو دھوئے بغیر جنگ کے لئے کھڑا ہو گیا۔[12] آپ 8ھ میں نجد کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے 15 افراد کے سپہ سالار تھے، مالِ غنیمت میں 200 اونٹ، 2000 بکریاں اور بہت سارے قیدی ہاتھ لگے۔[13]

دربارِ خلافت حضرت فاروقِ اعظم رضیَ اللہ عنہ نے آپ کو ملکِ فارس کی طرف بھیجا تو آپ نے شاہِ فارس کو جہنم واصل کیا اس کے جسم پر 15 ہزار کا ایک قیمتی پٹکا تھا، فاروقِ اعظم نے وہ پٹکا آپ کو عطا کر دیا۔[14] زمانۂ خلافتِ علی کی ہر جنگ میں مولا علی رضیَ اللہ عنہ کے ساتھ رہے۔[15] حضرت علی نے آپ کو مکۂ مکرمہ میں گورنر کے عہدے پر فائز کیا۔[16]

وفات و مرویات حضرت ابو قتادہ رضیَ اللہ عنہ نے سن 54ھ میں 70 برس کی عمر پاکر مدینے میں وفات پائی (چہرے پر جوانی کی ایسی رونق تھی) گویا کہ ابھی پندرہ برس کے جوان ہیں۔[17] آپ سے روایت کردہ احادیث کی تعداد 170 ہے، بخاری و مسلم نے 11 پر اتفاق کیا ہے جبکہ انفرادی طور پر کتاب بخاری میں 2 اور مسلم میں 8 احادیث موجود ہیں۔[18]

---

(1) مسند احمد، 8/363، حدیث: 22609 (2) الاعلام للزرکلی، 2/154 (3) الاعلام للزرکلی، 2/154 (4) سیر اعلام النبلاء، 4/88 (5) سبل الہدیٰ والرشاد، 11/397 (6) اسد الغابہ، 6/263 (7) الموطأ امام مالک، 2/435، حدیث: 1818 (8) مستدرک، 6/606، حدیث: 6086 (9) مسند احمد، 8/389، حدیث: 22720 ملخصاً (10) مسند احمد، 8/382، حدیث: 22686 (11) مسند احمد، 8/373، حدیث: 26643 (12) سیر اعلام النبلاء، 4/88 (13) سیر اعلام النبلاء، 4/89- سیرت حلبیہ، 3/272 (14) سیر اعلام النبلاء، 4/90 (15) اسد الغابہ، 6/263 (16) الاعلام للزرکلی، 2/154 (17) الشفاء، 1/327- الاعلام للزرکلی، 2/154 (18) سبل الہدیٰ والرشاد، 11/397۔

حضرت عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

قارئینِ کرام! حضرت عُبیدُ اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بھی کم سِنی میں صحابیِ رسول ہونے کا شرف ملا ہے۔ آیئے! آپ رضی اللہُ عنہ کے بچپن کے بارے میں پڑھتے ہیں۔

مختصر تعارف: آپ رضی اللہُ عنہ حضرت عباس اور حضرت اُمِّ فضل لُبابہ رضی اللہُ عنہما کے بیٹے، حضورِ انور صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے چچازاد بھائی اور اُمُّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہُ عنہا کے بھانجے ہیں، آپ کی ولادت ہجرتِ مدینہ سے 2 سال پہلے مکۂ مکرمہ میں ہوئی، آپ اپنے بھائی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہُ عنہما سے ایک سال چھوٹے تھے۔(1)

حضور کا آلِ عباس سے محبت کا ایک انداز: آلِ عباس رضی اللہُ عنہ پر رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی نوازشات بیان کرتے ہوئے عبد اللہ بن حارث کہتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم حضرت عباس کے بیٹوں عبد اللہ، عُبید اللہ اور کثیر کو ایک لائن میں کھڑا کرتے اور فرماتے: جو میرے پاس سب سے پہلے آئے گا اُسے یہ یہ ملے گا۔ وہ نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی طرف بھاگ کر آتے، کوئی آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی پُشت پر آتا تو کوئی آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے مبارک سینے سے لگ جاتا، آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم انہیں پیار کرتے اور اپنے ساتھ چمٹا لیتے۔(2)

حضور نے اپنے پیچھے سوار فرمایا: ایک موقع پر نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے آپ رضی اللہُ عنہ کو اپنے پیچھے سوار فرمایا اس حسین اور یادگار موقع پر جو واقعہ پیش آیا اُسے بیان کرتے ہوئے آپ رضی اللہُ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سرکارِ مدینہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا، ایک شخص آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنی والدہ کے حوالے سے حج کے بارے میں سوال کرتے ہوئے عرض کی: یارسولَ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم! میری والدہ بہت بوڑھی ہوگئی ہیں، اگر میں اُسے سواری پر سوار کراتا ہوں تو وہ سواری پر صحیح طرح بیٹھ نہیں سکتیں، رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے اُسے حکم دیا کہ وہ اپنی بوڑھی ماں کی طرف سے حج کرلے۔(3)

روایتِ حدیث: آپ رضی اللہُ عنہ سے احادیثِ مبارکہ بھی مروی ہیں۔(4)

وصال: رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے وصالِ ظاہری کے وقت آپ 12 سال کے تھے۔(5) آپ رضی اللہُ عنہ نے 60 سال کی عمر میں 58ھ میں مدینۂ منورہ میں وفات پائی۔(6)

اللہ پاک کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔ اٰمِیْن بِجَاہِ خاتمِ النّبیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

---

(1) الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، 3/131 (2) مسند احمد، 1/459، حدیث: 1835
(3) دیکھئے: التاریخ الکبیر المعروف تاریخ ابن ابی خیثمہ، ص412، رقم: 1482
(4) الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، 3/131 (5) الاصابہ فی تمییز الصحابہ، 4/331
(6) الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، 3/131۔

مزار مخدوم نوح سرور لطف اللہ صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

مزار حضرت شاہ عبد الرحمٰن وجودی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

مزار حضرت علّامہ محمد اول خان مردانی رحمۃ اللہ علیہ

مزار مفتی عبد الواحد نیر قادری رحمۃ اللہ علیہ

اپنے بُزرگوں کو یاد رکھئے

ذُوالقعدۃِ الحرام اسلامی سال کا گیارھواں (11) مہینا ہے۔ اس میں جن اَولیائے عظام اور علمائے اسلام کا وصال یا عرس ہے، ان میں سے 107 کا مختصر ذکر فیضانِ مدینہ ذُوالقعدۃِ الحرام 1438ھ تا 1444ھ کے شماروں میں کیا جاچکا ہے، مزید 12 کا تعارف ملاحظہ فرمایئے:

اولیائے کرام رحمہم اللہ السلام

1 غوث الحق، مخدوم نوح سرور لطف اللہ صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش 911ھ میں ہوئی اور 27 ذیقعدہ 988ھ کو وصال فرمایا۔ آپ مادر زاد ولی، علمِ لدنی کے حامل، صاحبِ کرامات اور سلسلہ سہروردیہ اویسہ سروریہ کے شیخ طریقت ہیں۔ آپ نے قراٰنِ پاک کا فارسی ترجمہ بھی فرمایا۔[1]

2 مقبول النبی، ثانیِ محی الدین ابنِ عربی، حضرت مولانا خواجہ شاہ عبد الرحمٰن وجودی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 1161ھ میں ہوئی اور 6 ذیقعدہ 1245ھ کو لکھنؤ یوپی ہند میں وصال فرمایا، لکھنؤ میں آپ کا مزار منبعِ فیوض وبرکات ہے۔ آپ عالمِ کبیر، صاحبِ تصانیف اور مشہورِ زمانہ ولیُّ اللہ ہیں۔[2]

3 نبیرہ شاہ آلِ رسول حضرت سیّد مہدی حسن مارہروی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش 1287ھ کو ہوئی۔ آپ پیرِ طریقت، مخدومِ زمانہ، صاحبِ جود وسخا اور سجادہ نشین آستانہ عالیہ مارہرہ شریف تھے۔ آپ نے 18 ذیقعدہ 1361ھ میں وصال فرمایا، تدفین آستانہ عالیہ میں ہوئی۔[3]

4 فَنَافِی الرسول حضرت خواجہ نور محمد مرتضائی مجددی رحمۃ اللہ علیہ 1314ھ میں پیدا ہوئے اور زندگی بھر رُشد وہدایت میں مصروف رہ کر 2 ذیقعدہ 1377ھ کو وصال فرمایا۔ آپ جید عالمِ دین، بہترین مفسر ومحدث، امامُ المناظرین اور کثیرُ الفیض شیخِ طریقت تھے۔[4]

5 شہنشاہِ خیبر حضرت پیر سیّد صابر حسین بخاری قادری رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش 1321ھ میں ہوئی اور وصال 18 ذیقعدہ 1378ھ کو فرمایا، آپ سلسلہ قادریہ کے

شیخِ طریقت، کثیرُ المجاہدہ اور قلندرانہ روش بزرگ تھے۔[5]

علمائے اسلام رحمہم اللہ السّلام

6 فقیہِ زمانہ حضرت امام ابوالحسین ایوب بن حسن نیشاپوری حنفی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام محمد بن حسن شیبانی کے شاگرد اور اپنی فقاہت اور زہد و تقویٰ کی وجہ سے مشہور تھے۔ آپ کا وصال ذیقعدہ 251ھ میں ہوا۔[6]

7 عاشقِ رسول حضرت مولانا غلام قُطبُ الدّین مُصیّب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ عالمِ دین، عربی و فارسی کے شاعر اور سجادہ نشین آستانہ افضلیہ الٰہ آباد یوپی ہند تھے۔ 1186ھ میں حجِ بیتُ اللہ کے لئے ہند سے روانہ ہوئے اور ذیقعدہ 1187ھ کو مدینۂ منورہ میں وصال فرمایا۔[7]

8 ماہرِ علومِ اسلامیہ حضرت مولانا حکیم سراجُ الحق بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش مجاہدِ تحریکِ آزادی علّامہ فیض احمد بدایونی کے ہاں 1246ھ کو ہوئی اور وصال 28 ذیقعدہ 1323ھ کو فرمایا۔ آپ علومِ عقلیہ و نقلیہ کے ماہر، استاذُ العلماء، عربی و فارسی زبانوں کے شاعر، صاحبِ تصنیف اور حاذق طبیب تھے۔[8]

9 استاذُ العلماء حضرت علّامہ محمد اول خان مردانی رحمۃ اللہ علیہ نے علومِ دینیہ علمائے اہلِ سنّت سے حاصل کئے اور پھر 40 سال تک تدریس میں مصروف رہے، کئی درسی کُتب پر حواشی لکھے، آپ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ آپ کا وصال 3 ذیقعدہ 1357ھ میں ہوا، تربت جامع مسجد میں ہے۔[9]

10 استاذُ العلماء، امامُ المدرسین، رئیسُ المناطقہ علّامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت موضع ڈھوک میں ہوئی اور 4 ذیقعدہ 1419ھ کو وصال فرمایا، تدفین جائے پیدائش میں کی گئی، آپ علمِ معقول و منقول میں نہ صرف ماہر تھے بلکہ معقولات پڑھانے میں شہرتِ تامہ رکھتے تھے، ہزاروں علما آپ کے شاگرد ہیں، تدریسی مصروفیت کے باوجود 2 درجن سے زائد کُتب تصنیف فرمائیں۔[10]

11 شیخُ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد اکرم فیضی شاہ جمالی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش 24 جمادی الاخریٰ 1359ھ میں ہوئی، ابتدائی تعلیم مقامی علما سے حاصل کر کے جامعہ عربیہ سراجُ العلوم خان پور میں داخل ہوئے اور دورۂ حدیث جامعہ عربیہ انوارُ العلوم سے کیا، آپ نے کئی کُتب و رسائل لکھے، دارُ العلوم صدیقیہ شاہ جمالیہ اکرمُ المدارس کی بنیاد رکھی، اس کے تحت کئی ادارے بنائے۔ آپ نے 8 ذیقعدہ 1438ھ کو وصال فرمایا، تقریباً ایک لاکھ افراد نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔ آستانہ عالیہ شاہ جمالیہ مرشد آباد شریف میں مزار ہے۔[11]

12 امینِ شریعت مفتی عبدالواجد نیر قادری رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش 1352ھ کو ضلع دربھنگہ بہار ہند میں ہوئی اور 13 ذیقعدہ 1439ھ کو ایمسٹرڈیم ہالینڈ یورپ میں وصال فرمایا۔ مزار جائے پیدائش میں ہے۔ آپ صاحبزادگانِ اعلیٰ حضرت حجۃُ الاسلام اور مفتیِ اعظم ہند کے تلمیذ و مرید و خلیفہ، جید مفتیِ اسلام، صاحبِ دیوان شاعر، بہترین مدرس و مقرر، پچاس سے زائد کُتب کے مصنف، سولہ مساجد، مدارس اور اداروں کے بانی یا سرپرست، ہالینڈ کے قاضی القضاۃ و مفتیِ اعظم اور صاحبِ فتاویٰ یورپ ہیں۔

---

(1) تذکرہ اولیائے ، ص370 وغیرہ (2) نزہۃ الخواطر، 7/ 281 تا 284- انوار علمائے اہل سنت ، ص408- نور الرحمٰن، ص15 تا 94 وغیرہ (3) تاریخ خاندان برکات، ص45، 58- تذکرۂ نوری، ص246 وغیرہ (4) خواجگان مرتضائیہ، ص551- تذکرہ اولیائے، ص420 تا 425 (5) انسائیکلوپیڈیا اولیائے کرام، 1/ 590، 591 (6) الطبقات السنیۃ فی تراجم الحنفیۃ، 2/ 225- تاریخ الاسلام للذھبی، 19/ 89 (7) تذکرہ شعراءِ حجاز، ص360، 364، 365 (8) مولانا فیض احمد بدایونی، ص63 (9) تذکرہ علماو مشائخ سرحد، 2/ 240، 241 (10) تذکرہ فضلاءِ بندیال، ص80 تا 108 (11) فیض شاہ جمالی، ص76، 77

نئے لکھاری
(New Writers)

حضرت یسع علیہ السّلام کا قرآنی تذکرہ

ساجد انصاری
(درجۂ سادسہ جامعۃُ المدینہ فیضانِ عطّار، ناگپور)

اللہ پاک بڑا کریم ہے کہ اس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور انسانوں کی راہ نمائی کے لئے انبیائے کرام کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلائیں اور گمراہی سے بچائیں۔ ان انبیائے کرام میں سے ایک حضرت یسع علیہ السّلام بھی ہیں، آپ علیہ السّلام بنی اسرائیل کے انبیائے کرام میں سے ہیں، آپ کو حضرت الیاس علیہ السّلام نے بنی اسرائیل پر اپنا خلیفہ مقرر کیا اور بعد میں آپ کو شرفِ نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔

قراٰنِ پاک میں آپ کا تذکرہ بھی ملتا ہے، آیئے ہم قراٰنِ پاک سے حضرت یسع علیہ السّلام کا تذکرہ پڑھتے ہیں۔ قراٰنِ پاک میں دو جگہ پر حضرت یسع علیہ السّلام کا مختصر تذکرہ ملتا ہے۔

1 اللہ پاک قراٰنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ الْیَسَعَ وَ یُوْنُسَ وَ لُوْطًاؕ-وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِیْنَ(۸۶)﴾ ترجَمۂ کنزُالایمان: اور اسمٰعیل اور یسع اور یونس اور لوط کو اور ہم نے ہر ایک کو اس کے وقت میں سب پر فضیلت دی۔

(پ7، الانعام:86)

2 اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ اذْكُرْ اِسْمٰعِیْلَ وَ الْیَسَعَ وَ ذَا الْكِفْلِؕ-وَ كُلٌّ مِّنَ الْاَخْیَارِؕ(۴۸)﴾ ترجَمۂ کنزُالایمان: اور یاد کرو اسماعیل اور یسع اور ذوالکفل کو اور سب اچھے ہیں۔

(پ23، صٓ:48)

قراٰنِ پاک میں اللہ پاک نے حضرت یسع علیہ السّلام کو بہترین لوگوں میں شمار فرمایا، آپ علیہ السّلام کے بارے میں کتابوں میں ملتا ہے کہ آپ علیہ السّلام کو اللہ پاک نے نبوت عطا فرمائی اور اس کے ساتھ ہی آپ کو بادشاہت بھی عطا فرمائی، آپ علیہ السّلام دن کو روزہ رکھتے اور رات کو اللہ پاک کے حضور کھڑے ہو کر نوافل ادا کرتے تھے، آپ کو کسی بات پر غصہ نہیں آتا تھا خصوصاً آپ اپنی امت کے معاملات میں بڑی متانت (سنجیدگی) سے فیصلہ فرماتے، کسی قسم کی جلد بازی اور غصہ سے فیصلہ نہیں فرماتے تھے۔

سیرت الانبیاء میں ہے: آپ علیہ السّلام کے بارے میں یہ بھی مشہور ہے کہ آپ علیہ السّلام بنی اسرائیل کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ بھی تھے۔ جب آپ علیہ السّلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو بنی اسرائیل کے کچھ بڑے آدمی مل کر آپ علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: آپ بادشاہت میں کسی کو اپنا جانشین مقرر کر دیجئے تاکہ ہم اپنے معاملات میں اس کی طرف رجوع کر سکیں۔ آپ علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا: میں ملک کی باگ دوڑ اس کے حوالے کروں گا جو مجھے تین باتوں کی ضمانت دے۔ ایک نوجوان کے علاوہ کسی شخص نے بھی اس ذمہ داری

کو قبول کرنے کی ضمانت دینے کے بارے میں آپ سے کوئی بات نہ کی۔ اس نوجوان نے عرض کی: میں ضمانت دیتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: تم بیٹھ جاؤ۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ کوئی اور شخص بات کرے، لیکن آپ علیہ السّلام کے دوبارہ کہنے پر وہی نوجوان ہی کھڑا ہوا اور اس نے ذمہ داری قبول کرنے کی یقین دہانی کرائی۔ آپ علیہ السّلام نے فرمایا: ٹھیک ہے، تم تین چیزوں کی ذمہ داری قبول کرلو: (1) تم سوئے بغیر ساری رات عبادت میں بسر کیا کروگے (2) روزانہ دن میں روزہ رکھوگے اور کبھی چھوڑو گے نہیں (3) غصہ کی حالت میں کوئی فیصلہ نہیں کروگے۔ اس نوجوان نے ان تینوں چیزوں کی ذمہ داری قبول کرلی تو آپ علیہ السّلام نے بادشاہی کا نظام اس کے سپرد کردیا۔

(سیرت الانبیاء، ص729)

پیارے اسلامی بھائیو! حضرت یسع علیہ السّلام اور دیگر انبیائے کرام کی سوانح طیبہ پڑھ کر یہ بات تو روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام ذمہ دار ہوا کرتے تھے اور اپنی ذمہ داری کو بخوبی انجام دیتے تھے، ہماری بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں اور اس کا ایک بہترین ذریعہ دعوتِ اسلامی کا مدنی قافلہ ہے جس میں لوگوں کو محلہ محلہ، شہر شہر جاکر نیکی کی دعوت دی جاتی ہے اور برائی سے روکا جاتا ہے۔

اللہ پاک کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ پاک ہمیں انبیائے کرام کی سیرت پڑھ کر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

ناشکری کی مذمت احادیث کی روشنی میں

شاہد عطّاری

(درجہ خامسہ جامعۃُ المدینہ فیضانِ کنزالایمان، ممبئی)

شکر گزاری اور ناشکری دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ شکر گزاری اللہ پاک کی نعمتوں کے حصول کا ایک اہم ذریعہ ہے، ناشکری اللہ پاک کے غضب اور اس کے دردناک عذاب کو دعوت دینے کا ایک ذریعہ ہے۔ اللہ پاک قراٰنِ کریم میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿لَىٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ وَ لَىٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ(۷)﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اگر احسان مانوگے تو میں تمہیں اور دوں گا اور اگر ناشکری کرو تو میرا عذاب سخت ہے۔ (پ13، ابراہیم:7)

حضرت موسیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اپنی قوم سے فرمایا: اے بنی اسرائیل! یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان فرمادیا کہ اگر تم اپنی نجات اور دشمن کی ہلاکت کی نعمت پر میرا شکر ادا کروگے اور ایمان و عملِ صالح پر ثابت قدم رہوگے تو میں تمہیں اور زیادہ نعمتیں عطا کروں گا اور اگر تم کفر و معصیت کے ذریعے میری نعمت کی ناشکری کروگے تو میں تمہیں سخت عذاب دوں گا۔ (روح البیان، 4/399-400، ابراہیم، تحت الآیۃ:5)

ناشکری سے متعلق کے چند روایات پڑھئے:

1 حضورِ اقدس صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جو تھوڑی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ زیادہ نعمتوں کا بھی شکر ادا نہیں کرتا اور جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ پاک کا بھی شکر ادا نہیں کرتا اور اللہ پاک کی نعمتوں کو بیان کرنا شکر ہے اور انہیں بیان نہ کرنا ناشکری ہے۔

(شعب الایمان، 6/516، حدیث:9119)

2 حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ اللہ پاک جب کسی قوم کو نعمت عطا فرماتا ہے تو ان سے شکر ادا کرنے کا مطالبہ فرماتا ہے، جب وہ شکر کریں تو اللہ پاک ان کی نعمت کو زیادہ کرنے پر قادر ہے اور جب وہ ناشکری کریں تو اللہ پاک ان کو عذاب دینے پر قادر ہے اور وہ ان کی نعمت کو ان پر عذاب بنادیتا ہے۔

(موسوعہ ابن ابی دنیا، 1/484، حدیث:60)

3 حضرت بکر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس کو خیر سے نوازا جائے اور اس پر اس کا اثر دکھائی دے تو اسے اللہ پاک کا پیارا اور اس کی نعمت کا چرچا کرنے والا

کہا جاتا ہے اور جس کو خیر عطا کی جائے لیکن اس پر اس کا اثر دکھائی نہ دے تو اسے اللہ پاک کا ناپسندیدہ اور اس کی نعمتوں کا دشمن کہا جاتا ہے۔(دیکھئے: تفسیر قرطبی، 22/352، الضحیٰ، تحت الآیۃ:11)

4 حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ پاک دُنیا میں جس بندے کو اپنی کوئی نعمت عطا فرمائے، پھر وہ اس پر اللہ پاک کا شکر ادا کرے اور اس کے سبب اللہ پاک کے لئے تواضع کرے تو اللہ پاک دُنیا میں اُس کو اس نعمت کا نفع عطا فرمائے گا اور اس کی وجہ سے آخرت میں اُس کا درجہ بلند فرمائے گا اور اللہ پاک دُنیا میں کسی بندے کو نعمت عطا کرے لیکن وہ نہ تو اس پر اللہ پاک کا شکر ادا کرے اور نہ ہی اس کے سبب اللہ پاک کے لئے تواضع کرے تو اللہ پاک دُنیا میں اسے نہ صرف اس کے نفع سے محروم کر دے گا بلکہ اس کے لئے آگ کا ایک طبقہ (درجہ) کھول دے گا اگر چاہے گا تو اسے عذاب میں مبتلا فرمائے گا اور چاہے گا تو معاف فرمادے گا۔

(درمنثور، 1/373، البقرۃ، تحت الآیۃ:152)

پیارے اسلامی بھائیو! مذکورہ بالا قرآنی آیت اور احادیث سے ہمیں معلوم ہوا کہ ہمیں ناشکری نہیں کرنی چاہئے بلکہ ہر حال میں شکر ادا کرنا چاہئے۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہم سب کو شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ناشکری جیسی عظیم ہلاکت سے محفوظ رکھے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

رعایا کے حقوق

محمد ہارون عطّاری
(درجۂ سادسہ جامعۃُ المدینہ فیضانِ فاروق اعظم)

کسی بھی ملک یا سلطنت کا نظام رعایا اور حکمرانوں سے مل کر چلتا ہے اور دینِ اسلام حکمرانوں کو رعایا کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی تاکید کرتا ہے جیسا کہ حکمرانوں پر رعایا کی دیکھ بھال اور ان کے درمیان دُرست فیصلہ کرنا لازم ہے کیونکہ حضرت سیدنا ہشام رحمۃُ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت کعبُ الاحبار رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حکمران نیک ہو تو لوگ بھی نیک ہو جاتے ہیں اور حکمران بُرا ہو تو لوگ بھی بگڑ جاتے ہیں۔(اللہ والوں کی باتیں، 5/491) لہٰذا حکمران کو رعایا سے اچھا سلوک کرنا چاہئے تاکہ معاشرے میں امن اور سلامتی قائم ہو۔ آیئے! رعایا کے 5 حقوق پڑھئے:

1 **رعایا پر سختی و تنگی نہ کرنا:** حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم جب اپنے اصحاب میں سے بعض کو اپنے کاموں کے لئے بھیجتے تھے تو فرماتے تھے کہ خوشخبریاں دو متنفر نہ کرو اور آسانی کرو سختی و تنگی نہ کرو۔(مسلم، ص739، حدیث:4525)

2 **رعایا کی ضرورت و حاجت کو پورا کرنا:** حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا: جسے اللہ مسلمانوں کی کسی چیز کا والی و حاکم بنائے پھر وہ مسلمان کی حاجت و ضرورت و محتاجی کے سامنے حجاب کر دے(اس طرح کہ مظلوموں، حاجت مندوں کو اپنے تک پہنچنے نہ دے) تو اللہ اس کی حاجت و ضرورت و محتاجی کے سامنے آڑ فرمادے گا چنانچہ حضرت معاویہ نے لوگوں کی حاجت پر ایک آدمی مقرر فرمادیا۔(مراٰۃ المناجیح، 5/373)

3 **رعایا کے درمیان درست فیصلہ کرنا:** رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: جب حاکم اجتہاد کے ساتھ فیصلہ کرے اور وہ فیصلہ درست ہو تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور اگر وہ اجتہاد کے ساتھ فیصلہ کرے اور اس میں غلطی کر جائے تو بھی اس کے لئے ایک اجر ہے۔(فیضانِ فاروق اعظم، 2/337)

4 **رعایا پر ظلم نہ کرنا:** رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ قاضی کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے جب تک وہ ظلم نہ کرے پھر جب وہ ظلم کرتا ہے تو اس سے الگ ہو جاتا ہے اور شیطان اسے چمٹ جاتا ہے۔(مراٰۃ المناجیح، 5/382)

5 **رعایا کی خبر گیری:** حضرت یحییٰ بن عبد اللہ اوزاعی رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ امیرُ المؤمنین حضرت فاروق

اعظم رضی اللہ عنہ رات کے اندھیرے میں اپنے گھر سے نکلے اور ایک گھر میں داخل ہوئے پھر کچھ دیر بعد وہاں سے نکلے اور دوسرے گھر میں داخل ہوئے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ یہ سب دیکھ رہے تھے چنانچہ صبح جب اس گھر میں جا کر دیکھا تو وہاں ایک نابینا اور اپاہج بڑھیا کو پایا اور ان سے دریافت فرمایا کہ اس آدمی کا کیا معاملہ ہے جو تمہارے پاس آتا ہے بڑھیا نے جواب دیا: وہ اتنے عرصہ سے میری خبر گیری کر رہا ہے اور میرے گھر کے کام کاج بھی کرتا ہے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہنے لگے: اے طلحہ! تیری ماں تجھ پر روئے کیا تو امیرُ المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر نہیں چل سکتا۔ (اللہ والوں کی باتیں، 1/116، 117)

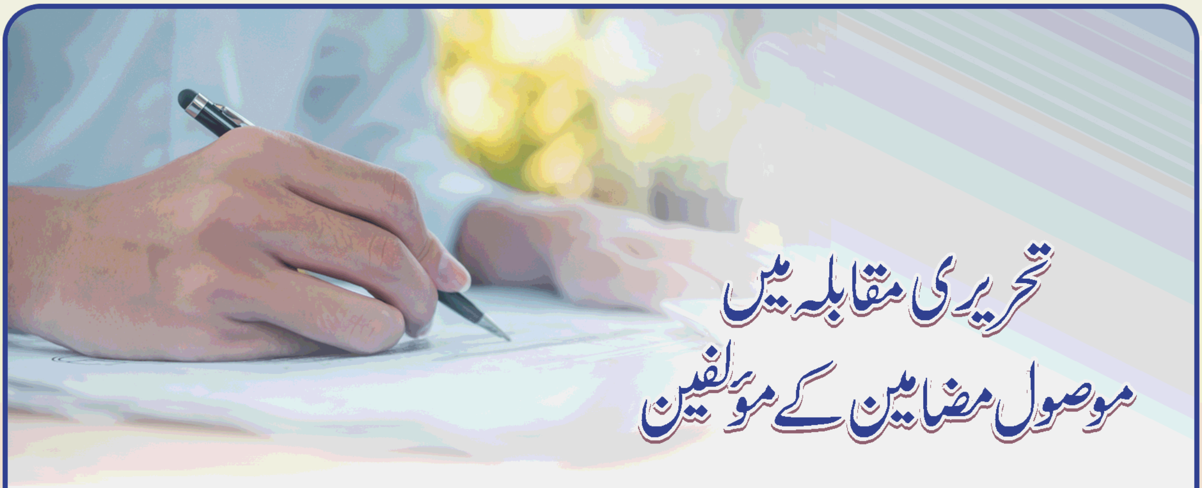

تحریری مقابلہ میں موصول مضامین کے مؤلفین

جامعۃُ المدینہ فیضانِ کنز الایمان، ممبئی: شاہ رخ عطّاری، شاہد عطّاری، محمد عارف خان، احمد رضا۔ **جامعۃُ المدینہ فیضان عطّار ناگپور:** محمد بلال قادری، ساجد انصاری۔ **متفرق جامعات:** معراج عالم (جامعۃُ المدینہ فیضان مفتی اعظم ہند شاہجہاں پور)، حسنین عطّاری (جامعۃُ المدینہ فیضان حافظ ملت ٹانڈہ امبیڈکر)۔

تحریری مقابلہ عنوانات برائے اگست 2024ء

01 حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی قرآنی نصیحتیں 02 رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا دو چیزوں کے بیان سے تربیت فرمانا 03 مہمان کے حقوق

مضمون جمع کروانے کی آخری تاریخ: 20 مئی 2024ء

مضمون لکھنے میں مدد (Help) کے لئے رابطہ کریں

+91 8978262692

mazmoonnigarihind@gmail.com

آؤ بچّو! حدیثِ رسول سنتے ہیں

نیکی کیا ہے؟

ہمارے پیارے اور آخری نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: کُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَۃٌ یعنی ہر نیکی صدقہ ہے۔(بخاری،4/105،حدیث:6021)

آپ نے لفظِ ”نیکی“ سنا ہوگا، آج ہم آپ کو بتائیں گے کہ نیکی کسے کہتے ہیں، نیکی کیا ہوتی ہے۔ نیکی کو عربی زبان میں معروف کہتے ہیں۔ شرح طیبی میں ہے: ہر وہ عمل نیکی ہے جس سے اللہ پاک کی فرماں برداری اور قرب حاصل ہو۔ یعنی نیکی ایسا اچھا عمل ہے کہ جب لوگ اسے دیکھیں تو اس کے نیکی ہونے کا انکار نہ کریں۔ مثلاً لوگوں سے اچھا سلوک کرنا اور خندہ پیشانی سے ملاقات کرنا وغیرہ۔(شرح طیبی،4/117، تحت الحدیث:1893) یعنی ہر اچھے کام کا ثواب مال صدقہ کرنے والے کے ثواب کی طرح ہے۔

(الدیباج للسیوطی،3/77، تحت الحدیث:1005)

پیارے بچو! اس تفصیل کے مطابق نیکی کا معنی و مفہوم بہت وسیع ہے لہٰذا ہم کوشش کریں تو بہت سارے نیکی کے کام کرکے ہم صدقے کا ثواب حاصل کرسکتے ہیں۔ بہت ساری آسان نیکیاں کرکے ہم اپنے رب کو راضی کرسکتے ہیں۔ ہم آپ کو چند ایسے اچھے کام بتاتے ہیں جن پر عمل کرکے آپ صدقے کا ثواب حاصل کرسکتے ہیں۔ مثلاً جب کسی سے ملیں تو مسکرا کر اچھے انداز میں ملاقات کرنا، یوں ہی کمزور اور بوڑھے افراد کی مدد کرنا، کسی نابینا کو راستہ بتانا یا روڈ پار کروانا، گھر کے کام کاج میں اپنی امی اپی وغیرہ کا ہاتھ بٹانا، اپنے امی ابو کی خدمت کرنا، ان کے ہاتھ پاؤں دبانا، اس طرح کے جتنے بھی اچھے اچھے کام ہیں وہ سب نیکی ہی کے کام ہیں اور سب بچوں کو کرنے چاہئیں، جب آپ نیکیاں کریں گے تو اللہ پاک راضی ہوگا اور جنت ملے گی۔ اِن شآءَ اللہ

اللہ پاک ہمیں نیکی کے کام کرتے رہنے اور گناہوں سے بچتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

حروف ملائیے!

آبِ زم زم ایسا برکت والا پانی ہے جس سے بے شمار مسلمان برکتیں حاصل کرتے ہیں۔ آبِ زم زم تقریباً پانچ ہزار سال سے بھی پہلے اللہ کے نبی حضرتِ سیّدنا اسماعیل علیہ السلام کی ایڑیوں کی برکت سے جاری ہوا۔(مراٰۃ المناجیح، 1/7 ماخوذاً) اس کے بارے میں سرکار صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: 1 آبِ زم زم اُسی مقصد کے لئے ہے جس کے لئے اسے پیا جائے۔“(ابن ماجہ، 3/490، حدیث:3062) 2 ”زمین پر سب سے بہترین پانی آبِ زم زم ہے۔“(مجمع الزوائد، 3/621،حدیث:5712) زم زم شریف کا ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ ہر وقت مزہ بدلتا رہتا ہے۔ کسی وقت کچھ کھاراپن، کسی وقت نہایت شیریں اور رات کے دو بجے اگر پیا جائے تو تازہ دوہا ہوا گائے کا خالص دودھ معلوم ہوتا ہے۔(ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص435) پیارے بچو! اوپر سے نیچے، دائیں سے بائیں حروف ملا کر پانچ الفاظ تلاش کیجئے جیسے ٹیبل میں ”پانی“ تلاش کرکے بتایا گیا ہے۔

تلاش کئے جانے والے الفاظ یہ ہیں: 1 زم زم 2 ہاجرہ 3 اسماعیل 4 صفا 5 مروہ۔

ر	و	ز	ی	ن	ہ	ہ	ز	ق
ل	م	ر	و	ہ	ق	ا	ف	ع
ع	ب	ع	ا	ف	ی	ج	ز	ا
ب	ر	ک	ت	ن	ز	ر	ل	س
خ	ق	پ	ا	ن	ی	ہ	چ	م
ش	م	غ	ز	ر	ت	س	ل	ا
ف	ح	ل	م	ن	ز	ی	د	ع
ا	ق	ع	ز	ص	ف	ا	ہ	ی
ء	ع	ش	م	ر	م	ذ	ک	ل

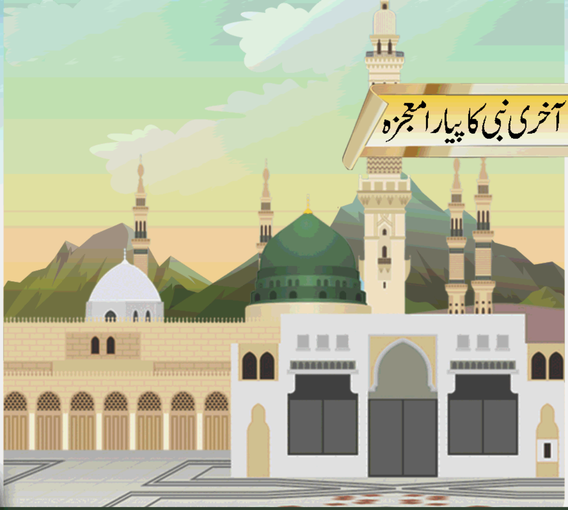

تھوڑا کھانا پورا ہو گیا

سب سے آخری نبی مکی مدنی صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم کے معجزات صرف لوگوں کو اسلام سے وابستہ کرنے یا قوتِ ایمانی بڑھانے ہی کا ذریعہ نہیں تھے بلکہ نازک حالات میں ان کو ہلاکت خیز مشکلات سے نجات دلا دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت ایاس بن سلمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم کے ساتھ ایک جنگ میں گئے تو وہاں ہمیں تنگی پیش آئی حتی کہ ہم نے اپنی کچھ سواریوں کو ذبح کرنا چاہا، مگر نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اپنے اپنے زادِ راہ کو جمع کریں، پھر ایک چمڑے کا دستر خوان بچھایا گیا جس پر سب کے زادِ راہ جمع کئے گئے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں اس چمڑے کے ٹکڑے کا اندازہ کرنے کے لئے آگے بڑھا تو میرے اندازے کے مطابق وہ ایک بکری کے بیٹھنے کی جگہ کے برابر تھا حالانکہ ہمارے لشکر میں چودہ سو افراد تھے، ہم سب نے اس کھانے کو کھایا حتی کہ ہم سیر ہو گئے، پھر ہم نے اپنے کھانے کے تھیلوں کو بھر لیا۔ نبی کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم نے فرمایا: کیا وضو کا پانی ہے؟ ایک شخص لوٹے میں تھوڑا سا پانی لے کر آیا، آپ نے اس پانی کو ایک پیالے میں ڈال دیا اور ہم سب نے اس سے اچھی طرح وضو کیا۔(مسلم، ص737، حدیث:4518)

سبحٰن اللہ! یہ ہمارے پیارے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم کا معجزہ تھا کہ تھوڑا سا کھانا 1400 افراد کو کافی ہو گیا کیونکہ ایک بکری زمین پر بیٹھ کر جتنی جگہ گھیرتی ہے اتنی جگہ پر اگر کھانا رکھا ہو تو شاید وہ کھانا دس پندرہ افراد ہی کو کافی ہو گا یا حد سے حد پچیس تیس افراد ہی وہ کھا پائیں گے، مگر اتنے کم کھانے سے 1400 لشکریوں کا پیٹ بھر جانا اور ان سب کے وضو کے لئے بھی ایک برتن کا تھوڑا پانی کم نہ پڑنا ہمارے پیارے نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم کے معجزے سے ہی ممکن ہوا۔ اس واقعے سے کچھ باتیں سیکھنے کو ملیں:

- عام حالات میں بھی اور خصوصاً مشکل وقت میں علیحدہ علیحدہ دھڑے بنانے کے بجائے اتحاد کی طاقت کو آزمانا مفید رہتا ہے۔
- مشکلات کا ایسا وقتی حل اپنانا ٹھیک نہیں جس سے مشکل ختم ہونے کے بجائے کچھ دیر کے لئے ٹل جائے اور پھر دوبارہ سامنے آ کھڑی ہو۔
- مشکل وقت میں سواری جیسی اہم ترین چیزوں کی حفاظت کرنی چاہئے اور انتہائی سخت مجبوری کے بغیر انہیں ضائع نہیں کرنا چاہئے۔
- اگر کسی معاملے میں آپ کے پاس بہتر تجویز ہو تو ہمدردی کرتے ہوئے وہ دوسروں کے سامنے پیش کرنی چاہئے۔
- کسی کی اچھی تجویز کو اپنانا آپ کو مشکل سے بچا سکتا ہے۔
- سنگین و نازک لمحات میں حواس قابو میں رکھ کر وقت و حالات کے مطابق بروقت درست فیصلہ کی پرکھ رکھنی چاہئے۔
- کاموں کے دور رس نتائج پر نظر رکھنا صحیح و غلط کی پہچان کے لئے ضروری ہے۔

خطبے کے دوران

ارے جناب! جلدی نہانے جایئے! ابو جان آپ کے انتظار میں ہیں۔ آپی نے ننھے میاں کو بولا جو کہ اسکول سے آنے کے بعد مزے سے لیٹے ہوئے تھے۔

آپی تھوڑی دیر آرام کرلوں، پھر نہالوں گا پلیز! اور ابو جان میرا انتظار کیوں کر رہے ہیں؟ ننھے میاں نے سوال کر دیا۔

اس سے پہلے کہ آپی کوئی جواب دیتیں، دادی جان وہاں آپہنچیں اور بولیں: ننھے میاں کیا آپ بھول گئے آج کون سا دن ہے، بیٹا آج جمعۃُ المبارک کا دن ہے، آپ کے ابو جان اسی لئے تو آپ کا انتظار کر رہے ہیں کہ آپ جلدی سے نہا دھو کر تیار ہوں اور نمازِ جمعہ کے لئے سب سے پہلے جائیں، اس کی فضیلت تو یاد ہے نا آپ کو؟

ننھے میاں کہنے لگے: جی دادی جان! حدیثِ پاک کا مفہوم ہے: جو اِس دن سب سے پہلے مسجد جاتا ہے وہ ایسا ہے جیسے اس نے اللہ کی راہ میں اونٹ صدقہ کیا۔ (دیکھئے: مسلم، ص329، حدیث:1964)

شاباش ننھے میاں! اب جلدی سے تیار ہو جائیں، دادی نے پیار سے کہا۔

ننھے میاں! آپ سفید اُجلے عمامہ شریف اور سفید لباس میں تو ویسے ہی بہت پیارے لگتے ہیں۔ آپی نے ننھے میاں کو تیار دیکھ کر کہا۔

آپی کی بات پر ننھے میاں نے شرماتے ہوئے "شکریہ" کہا اور ابو جان کے ساتھ مسجد کی طرف چل دیئے۔

ننھے میاں مسجد سے واپس آئے تو دیکھا کہ آپی، امی اور دادی جان بھی نماز سے فارغ ہو چکی ہیں، آپی اور امی جان تو دستر خوان پر کھانا سجا رہی تھیں جبکہ دادی جان! ہر جمعۃُ المبارک کی طرح آج بھی مصلے پر بیٹھی دُرودِ پاک پڑھ رہی تھیں۔

ننھے میاں! فوراً دستر خوان کی طرف لپکے اور بیٹھتے ہی بولے: ارے! آج میں آپ لوگوں کو اپنا ایک کارنامہ بتاتا ہوں۔

اوہو! "کارنامہ" وہ بھی آپ کا؟ آپی نے چھیڑنے والے انداز میں کہا تو ابو جان زیرِ لب مسکرا دیئے۔

ننھے میاں بھی ہار ماننے والوں میں سے کہاں تھے، فوراً بولے: آپی آپ میری تعریف پر خوش کیسے ہو سکتی ہیں۔

دادی جان جواب تک خاموش بیٹھی تھیں بولیں: ننھے میاں! بیٹا ایسی بات نہیں، وہ آپ کی آپی ہیں اور آپ سے بہت خوش ہوتی ہیں، چلیں اب اپنا "کارنامہ" بھی سُنائیں گے یا آپس میں

باتوں کا مقابلہ ہی کرتے رہیں گے؟

دادی جان! کارنامہ یہ ہے کہ آج جب امام صاحب جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے اس وقت میرے قریب ہی دو بچے آپس میں باتیں کرنے لگے، بس پھر کیا تھا! میں نے فوراً انہیں سمجھایا کہ خُطبے کے دوران باتیں کرنا سختی سے منع ہے اور وہ دونوں خاموش ہو گئے۔

ننھے میاں اپنا ”کارنامہ“ سُنا کر خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے اور دادی جان کی طرف داد طلب نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

دادی جان کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد پیار بھرے انداز میں بہت سنجیدگی سے بولیں: ننھے میاں! واقعی خطبے کے دوران باتیں کرنا غلط ہے اور سختی سے منع ہے لیکن آپ نے انہیں زبانی طور پر باتیں کرنے سے منع کر کے غلط کیا۔

ننھے میاں (حیرت سے): پر وہ کیوں دادی جان! میں نے تو صرف منع کیا تھا، کیا یہ بھی غلط ہے؟

جی ننھے میاں! خطبے میں کسی اور کو باتیں کرتا دیکھ کر اسے زبان سے منع کرنا بھی غلط ہے، صرف اشارے سے منع کر سکتے ہیں، بہارِ شریعت میں ہے: جو لوگ امام سے دور ہوں کہ خُطبہ کی آواز ان تک نہیں پہنچتی انہیں بھی چپ رہنا واجب ہے، اگر کسی کو بُری بات کرتے دیکھیں تو ہاتھ یا سر کے اشارے سے منع کر سکتے ہیں زبان سے ناجائز ہے۔ (بہارِ شریعت، 1/774)

دادی جان نے تفصیل سے مسئلہ بتاتے ہوئے سمجھایا۔

شکریہ دادی جان! آپ مجھے کتنی پیاری پیاری باتیں سکھاتی رہتی ہیں، میں آئندہ اس بات کا خیال رکھوں گا، خطبے کے وقت خود بھی خاموش رہوں گا اور دوسروں کو بھی زبان سے کبھی منع نہیں کروں گا۔ اِنْ شآءَ اللہ

چلو اب بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم پڑھ کر کھانا شروع کرو ورنہ ٹھنڈا ہو جائے گا، آپی نے مسکراتے ہوئے ننھے میاں کو کہا۔

بچّوں اور بچیوں کے 6 نام

سرکارِ مدینہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: آدمی سب سے پہلا تحفہ اپنے بچّے کو نام کا دیتا ہے لہٰذا اُسے چاہئے کہ اس کا نام اچھا رکھے۔ (جمع الجوامع، 3/285، حدیث:8875) یہاں بچّوں اور بچیوں کے لئے 6 نام، ان کے معنٰی اور نسبتیں پیش کی جا رہی ہیں۔

بچوں کے 3 نام

نام	پکارنے کے لئے	معنٰی	نسبت
محمد	عبد الماجد	بُزرگی والے کا بندہ	اللہ پاک کے صفاتی نام کی طرف لفظِ عبد کی اضافت کے ساتھ
محمد	حَمَّاد	کثرت سے اللہ پاک کی حمد کرنے والا	سرکار صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا صفاتی نام
محمد	امان رضا	امان کا معنی ہے: حفاظت	سرکار صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا صفاتی نام اور ”رضا“ اعلیٰ حضرت کی نسبت سے

بچیوں کے 3 نام

حَسَنَہ	نعمت	سرکار صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی صحابیہ کا مبارک نام
خالِدہ	دیر تک رہنے والی	سرکار صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی صحابیہ کا مبارک نام
سُمَیَّہ	علامت	سرکار صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی صحابیہ کا مبارک نام

(جن کے ہاں بیٹے یا بیٹی کی ولادت ہو وہ چاہیں تو ان نسبت والے 6 ناموں میں سے کوئی ایک نام رکھ لیں۔)

بچوں کی ہچکچاہٹ بھگائیں
اُنہیں پُراعتماد بنائیں

بعض اوقات کچھ بچّوں میں ہچکچاہٹ بہت زیادہ ہوتی ہے جو درحقیقت ان کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے۔ ایسے بچے کسی بات کا جواب یا ردِعمل دینے میں بہت سست ہوتے ہیں، عام طور پر کسی سے بات کرتے ہوئے والدین سے چمٹ جاتے یا پھر اپنا سر جھکا کر وہاں سے چلے جاتے یا آنکھیں بند کرکے اپنے آپ کو محفوظ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس کے علاوہ اسکول میں ٹیچر کے سوالوں کا جواب دینے سے بھی گھبراتے اور کسی کو دوست بنانے سے بھی کتراتے ہیں۔ یہ الگ تھلگ بیٹھ کر دوسرے بچوں کو کھیلتا دیکھنا تو پسند کرتے ہیں مگر ان کے ساتھ شامل ہونے یا کسی قسم کی سرگرمی میں حصہ لینے سے خود کو باز رکھتے ہیں۔

یاد رکھئے کہ اگرچہ عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ بارہا یہ غیر ضروری جھجک اور ہچکچاہٹ خود بخود ختم ہوجاتی یا کافی حد تک کم ہوجاتی ہے مگر اس کے باوجود والدین کو چھوٹی عمر سے ہی اس کے سدِّباب کی طرف توجہ دینی چاہئے ورنہ بچے کی بہت سی صلاحیتیں پروان چڑھنے میں رُکاوٹ آسکتی ہے۔ اس معاملے میں والدین کے لئے درج ذیل چند تجاویز پر عمل فائدہ مند ہوسکتا ہے۔

بچے کی ہچکچاہٹ دور کرنے سے متعلق 16 اہم تجاویز:

1 بچے کے اندر معمولی جھجک و ہچکچاہٹ کوئی خرابی نہیں بلکہ یہ مروت اور لحاظ کا سبب ہوتی ہے، بالکل ہی ہچکچاہٹ نہ ہو تو بچے بدلحاظی پر اُتر آتے ہیں لہٰذا تھوڑی بہت ہچکچاہٹ ہو تو نظر انداز کردیجئے۔

2 حد سے بڑھی ہوئی غیر ضروری ہچکچاہٹ کو بھی ایک حد تک ختم کیجئے، اس قدر نہیں کہ بچہ حالات و شخصیات کا لحاظ ہی نہ رکھے۔

3 بچے کو بات بات پر یا مختلف نقل و حرکات پر روکنے ٹوکنے سے گُریز کیجئے، اسے اس کے احساسات اور اپنی بچگانہ مَن مانی کرنے کی ایک حد تک آزادی دیجئے۔

4 اگر غلط بات اور غلط حرکت پر اسے سمجھانا بھی ہو تو بروقت سمجھانے کے بجائے کسی مناسب موقع پر غیر محسوس انداز میں سمجھائیے۔

5 بچے کی موجودگی میں دوسروں کو یہ نہ بتائیں کہ ”یہ بہت جھجکتا اور گھبراتا ہے“ بلکہ اگر اس کے سامنے ہی کوئی اور اس کے بارے میں یہ بات کرے تو ”ہاں میں ہاں“ ملانے کے بجائے اس بات کو کوئی خوبصورت سا رُخ دیجئے مثلاً ”ماشآءَ اللہ اب تو یہ مختلف سرگرمیوں میں حصہ لینے لگا ہے“ مگر جو بھی رُخ دیں، سچائی سے انحراف نہ کریں۔

6 بچہ اپنی ہچکچاہٹ کی وجہ سے جن سرگرمیوں سے گُریزاں ہو اُن سرگرمیوں کے معاملے میں اس پر ہرگز زبردستی نہ کیجئے، بلکہ انہیں نوٹ آؤٹ کیجئے اور پھر رفتہ رفتہ اسے حوصلہ و دِلاسا دیتے ہوئے ان سرگرمیوں میں اس کی جزوی شمولیت کا انتظام کیجئے، بچہ کی چھوٹی بڑی کارکردگی پر داد بھی دیجئے، کبھی بھرپور

اندازمیں زبانی طور پر اور کبھی سر سری انداز میں اگرچہ مسکراہٹ ہی کے ذریعے ہو۔

7 ہچکچاہٹ والا بچہ اگر کھیل کود یا کسی بھی چیز میں حصہ لے اور ناکامی ہو تو بار ہا ناکامی کے باوجود بھی اس کے سامنے غصے یا چڑ چڑے پن کا اظہار نہ کیجئے، چہرے سے بھی افسوس کا تأثر نہ دیجئے بلکہ مسکرا کر اسے بتایئے کہ شروعات میں عموماً مشکلیں آتی ہیں نیز آئندہ بہتری کا یقین بھی دلایئے۔

8 وقتاً فوقتاً مختلف کھیلوں میں بچے کے ساتھ خود بھی شریک ہوں مگر جان بوجھ کر اسے ایکشن کا زیادہ موقع دیں۔

9 بچہ بات کرے تو اس کی طرف توجہ رکھیں، اسے زیادہ بات کرنے کا موقع دیں تاکہ اس کا دل کھلے نیز بچے کے سوالات کا اطمینان بخش معلوماتی جواب دیں۔

10 جھجک اور ہچکچاہٹ والے یا کم حوصلہ بچے کا رشتہ دار و محلہ دار یا کلاس کے دیگر بچوں سے یا اس کے اپنے ہی بہن بھائیوں سے ہر گز Comparison نہ کریں، یعنی نوٹ کرنا تو الگ بات ہے مگر اس بچے کے سامنے ہی زبانی طور پر تقابلی تبصرے اور منفی تجزیے نہ کریں کہ اس کی سخت حوصلہ شکنی ہوگی، عزتِ نفس مجروح ہوگی اور کمتری کا احساس اسے مزید ہچکچانے پر مجبور کر دے گا۔

11 ہچکچاہٹ والے بچے کو زیادہ Active اور ہوشیار بچوں کے ساتھ رکھنے کے بجائے نسبتاً کم عمر اور بھولے بھالے بچوں کے قریب رکھئے نیز اُنہیں کھلونے، Learning objects یا Moral/Informative Books فراہم کیجئے اور باتوں ہی باتوں میں اسے اُن کا بڑا بنایئے مثلاً اسے کہئے کہ ”بیٹا! آپ ان کا خیال رکھئے، انہیں فلاں فلاں باتیں بتایئے یا فلاں کھیل جو آپ کو آتا ہے انہیں بھی سکھایئے، یا یہ کتابیں پڑھ کر سنایئے“ تاکہ اُسے کسی حد تک اپنی برتری کا احساس ہو اور اس کی جھجک دُور ہو۔

12 گھر والوں یا رشتہ داروں وغیرہ کے گھر جائیں اور آپ کا یہ بچہ کسی سے بات کرے تو بار بار مت ٹوکئے سب کے سامنے اسے آداب یا بول چال کے طور وڈھنگ سکھانے سے بھی گُریز کیجئے، ایسے موقع پر بچہ سیکھ تو نہیں پاتا مگر اس کی ہچکچاہٹ ضرور بڑھ جاتی ہے۔

13 والدین کو چاہئے کہ School Teachers اور Tutors کو بھی بچے کی کمزوریِ اعتماد اور جھجک کے بارے میں بتائیں تاکہ وہ بچے سے اسی کے مطابق Behave کریں۔

14 بچے میں اعتماد پیدا کرنے یا ہچکچاہٹ دور کرنے کے جو جذبات آپ کے دل میں ہیں انہیں بچے پر نہ جتائیں، بچے کا خیال ضرور رکھیں مگر بچے پر اس کا اظہار نہ کریں یعنی اسے اس بات کا زیادہ احساس نہ دلایئے کہ آپ اس کی بے حد پروا کرتے ہیں کیونکہ اس سے بچے کی جھجک اور عدمِ اعتمادی کو حوصلہ ملے گا۔

15 والدین کو چاہئے کہ ایسے بچے کو حد سے زیادہ اپنے ساتھ چپکا کر نہ رکھیں بلکہ اسے چھوٹے موٹے کاموں کے لئے بھی بھیجا کریں مگر یوں کہ بچہ آپ کی نگاہوں میں ہی ہو مثلاً بچے سے قریب رہتے ہوئے اسے سامنے والی دکان سے کچھ لینے بھیجیں، کسی محفوظ راستے پر چلتے ہوئے اس کے پیچھے رہیں اور اسے خود سے چند قدم آگے رہتے ہوئے چلنے کو کہیں، کسی قریب والے سے کوئی چھوٹی موٹی بات کرنے یا پوچھنے کے لئے اس بچے کو بطورِ قاصد بھیجیں، مسجد میں چندہ بچے سے دلوائیں یونہی راستے میں دعوتِ اسلامی کے Donation cell پر عطیات وغیرہ بھی۔

16 والدین کو بچے کی ہچکچاہٹ والے معاملے سے آہستہ آہستہ اور وقفے وقفے کے ساتھ نمٹنا چاہئے، ہتھیلی پر سرسوں جمانے کی خواہش بچے کو مزید گھبراہٹ کا شکار کر سکتی ہے۔

اگر بچے کی ہچکچاہٹ دور کرنے اور بے اعتمادی والے رویوں اور احساسات کو تبدیل کرنے میں آپ کو کامیابی نہ ہو تو کسی ڈاکٹر، پیڈیاٹرسٹ یا ماہرِ نفسیات سے مشورہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

بیٹیوں کو آدابِ زندگی سکھائیں

مشہور مُفَسِّرِ قراٰن حضرت علّامہ احمد بن محمد قُرطُبی رحمۃ اللہ علیہ نَقْل فرماتے ہیں: ہم پر فرض ہے کہ اپنی اَولاد اور اپنے اہلِ خانہ کو دِین کی تعلیم دیں، اچھی باتیں سکھائیں اور ضروری ادب و آداب کی تعلیم دیں۔ (تفسیر قرطبی، پ29، التحریم، تحت الآیۃ:6، 9/148)

یوں تو اولاد بیٹا ہو یا بیٹی اس کی پرورش اور تربیت نہایت اہم کام ہے۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ بیٹی کی اچھی تعلیم و تربیت کا مطلب ہے ایک خاندان کی تعلیم و تربیت۔ آج کی بیٹی کل بیوی، بہو، ماں اور پھر ساس کی صورت میں ہوگی۔ لہٰذا آج اس بیٹی کی تربیت پر بھرپور توجہ دینا ضَروری ہے تاکہ کل جب یہ خود کسی کی ماں بنے تو اپنی اولاد کی بہترین تربیت سے غفلت کی مرتکب نہ ہو کیونکہ آگے چل کر ایک بیٹی نے ہی نئی نسل کو نہ صرف جنم دینا ہے بلکہ اس کی پہلی تربیت گاہ بھی اسی کی گود ہوگی۔ جو اس کی عادات ہوں گی وہ اس کے بچوں میں بھی منتقل ہوں گی۔ لہذا بیٹیوں کی پرورش میں بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

انہیں اچھی تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت، آدابِ زندگی، سلیقہ مندی، صبر اور برداشت جیسے تمام امور بچپن ہی سے سکھائے جائیں کیونکہ جو بات بچپن میں سکھائی جاتی ہے جڑ پکڑ لیتی ہے۔

اگر اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے تو بیٹی کی پرورش کے حوالے سے کئی طرح کے آدابِ زندگی بیان کئے گئے ہیں۔ نہ صرف اپنی ذات سے متعلق آدابِ زندگی سکھانا ضروری ہیں بلکہ خاندان اور معاشرے سے متعلق آدابِ زندگی بھی تربیت کا حصہ ہونے چاہئیں۔

صفائی ستھرائی کے آداب:

ذات سے متعلق آداب میں پاکیزگی و طہارت کو ایک مسلمان کی زِنْدَگی میں جو اہمیت حاصِل ہے اس سے انکار ممکن نہیں۔ جیسا کہ اللہ پاک کا فرمان ہے: ﴿وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ(۱۰۸)﴾

ترجَمۂ کنز الایمان: اور ستھرے اللہ کو پیارے ہیں۔

(پ11، التوبۃ: 108)

اس کے لئے شیخِ طریقت، امیرِ اہلِ سنّت حضرت علّامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ کی مایہ ناز کتاب "اسلامی بہنوں کی نماز" تو بیٹیوں کی زندگی کا لازمی نصاب ہونی

چاہئے۔

پاکیزگی سے صرف کپڑوں کا صاف ہونا ہی مراد نہیں بلکہ دل کی صفائی بھی مراد ہے، اس لئے کہ نَجاست صرف بدن یا کپڑوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ باطن کی صفائی بھی شریعت کو مطلوب ہے کیونکہ جب تک باطن پاک نہ ہو عِلْمِ نافع (نَفْع بخش عِلْم) حاصِل نہیں ہوتا اور نہ ہی انسان علم کے نور سے روشنی پاسکتا ہے، لہٰذا بیٹی کی پرورش کے دوران والدین پر لازم ہے کہ وہ بیٹی کے ظاہر کی پاکی وطہارت کا اہتمام کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے باطن کی پاکیزگی پر بھی بھرپور توجہ دیں تاکہ اس کا دل بُری صِفات سے پاک رہے۔ مثلاً حسد، تکبر، ریاکاری، عجب وخود پسندی، جھوٹ، غیبت، چغلی، گالی گلوچ، امانت میں خیانت، بدعہدی وغیرہ کے دنیا و آخرت میں نقصانات سے خوب آگاہ کریں تاکہ بیٹی ان ہلاک کر دینے اور جہنّم میں لے جانے والے گناہوں سے بچ سکے۔

اس کیلئے امیرِ اہلِ سنّت کی کُتب "کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب"، "غیبت کی تباہ کاریاں" اور "فیضانِ سنّت" کے تمام ابواب نیز مکتبۃُ المدینہ کی کتاب "باطنی بیماریوں کی معلومات" لازمی پڑھائیں۔

رشتوں کے متعلق آداب:

خاندان سے مُتعلّق آداب بھی سکھائے جائیں اس سے مراد وہ آداب ہیں جو ایک مَضْبُوط اور خُوشحال خاندان کی بَقا کے لئے اِنْتہائی ضَروری ہیں۔ مثلاً وَالِدَین کا اَدَب واِحترام اور دیگر چھوٹوں بڑوں کے ساتھ حُسنِ سُلوک، صِلہ رحمی (رِشتہ داروں سے اچھے سُلوک) کی فضیلت اور قطعِ تعلقی کی مذمّت وغیرہ۔ ان آداب کے بجالانے کی بنا پر ایک بیٹی خاندان بھر کی آنکھوں کا تارا بن جاتی ہے، لہٰذا والدین پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیٹی کی پرورش میں ذرّہ بھر کوتاہی نہ ہونے دیں اور بچپن ہی سے اس کی اسلامی تربیّت کا اہتمام کریں۔

بچے بالخصوص بیٹیاں چونکہ والدین سے دیگر رشتے ناطوں کی پہچان سیکھنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی سیکھتی ہیں کہ ان کے والدین اپنے قرابت داروں سے کس طرح پیش آتے ہیں، لہٰذا اگر آپ اپنے بعض قرابت داروں سے صِلۂ رحمی کے بجائے قطع تعلقی کر لیں گے یا اُن کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کریں گے تو ان کے ذہنوں سے ان رشتوں کا تقدس خَتْم نہیں تو کم ضَرور ہو جائے گا، لہٰذا خود بھی صلہ رحمی کا اہتمام کیجئے اور اپنی بیٹی کو بھی یہ بات خوب باور کرادیجئے۔

معاشرے سے متعلق آداب:

اسلامی معاشرے سے متعلق آداب اور بنیادی خدوخال سرورِ کائنات صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی زبانِ حق ترجمان سے بیان ہوئے ہیں ان آداب پر بھی تربیت کریں۔ ایک اِسلامی وفلاحی مُعاشَرے کی بَقا کیلئے اِنتہائی ضَروری ہے کہ اس کے اَفراد کی تربیّت پر بھرپور توجہ دی جائے، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اس کا آغاز ماں کی گود سے ہو تاکہ زِنْدگی بھر بچے پر اس تربیّت کے اَثرات رہیں۔ اس تناظُر میں بیٹی کی بہترین پرورش کی اَہمِیَّت مزید بڑھ جاتی ہے کیونکہ اگر آج اس کی تربیّت میں کوئی کمی رہ گئی تو اس کا اِزالہ کرنا ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو جائے گا۔

ہمیں چاہئے کہ کبھی بھی بیٹی کی پرورش میں اس کی دینی تربیت سے کوتاہی نہ برتیں، اسے معاشرتی بُرائیوں کی قباحتوں سے کماحقہ آگاہ کریں تاکہ وہ ان سے بچ سکے۔ اپنی بیٹیوں کو نیک سیرت بی بیوں اور صحابیات کے واقعات سنا کر ان کی سیرت پر چلنے کا درس دیں، اس کی برکت سے بچیوں کے دل میں ان کی محبت پیدا ہوگی اور وہ ان کے نقش قدم پر چلنے کے لئے تیار ہوں گی۔

اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل

لے پالک بچے سے حرمت کا رشتہ کیسے قائم ہو؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی سے بچہ گود لیا، بچے کی عمر دو سال سے کم ہے اب بڑے بھائی کی بیوی اُس لے پالک بچے کو اپنی بہن کا دودھ پلانا چاہتی ہے۔ آپ سے معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا اس صورت میں بچہ گود لینے والی عورت کا اُس بچے سے حرمت کا رشتہ قائم ہو جائے گا؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! پوچھی گئی صورت میں بچہ گود لینے والی عورت کا اُس بچے سے حرمت کا رشتہ قائم ہو جائے گا، کیونکہ یہ عورت اُس بچے کی رضاعی خالہ کہلائے گی اور رضاعی خالہ بھی اُسی طرح حرام ہوتی ہے جیسے نسبی خالہ حرام ہوتی ہے کہ جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں وہی رشتے رضاعت سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔

البتہ یہ مسئلہ ضرور ذہن نشین رہے کہ اگرچہ ڈھائی برس کے اندر دودھ پلانے سے بھی حرمتِ رضاعت ثابت ہو جاتی ہے، مگر عورت کا دو سال کی عمر کے بعد بچے کو دودھ پلانا ناجائز و حرام ہے، لہٰذا عورت کا بچے کو دودھ پلانے میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

رضاعت سے حرمت سے متعلق بخاری شریف میں نبی پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمان کچھ یوں مذکور ہے: ”الرضاعة تحرم ما تحرم الولادة۔“ یعنی جو عورتیں نسبی رشتے کی وجہ سے حرام ہو جاتی ہیں اس نوعیت کی عورتیں رضاعت سے بھی حرام ہو جاتی ہیں۔ (بخاری، 2/764- رد المحتار مع الدر المختار، 4/393- فتاویٰ رضویہ، 11/516، 517 ملتقطاً- بہار شریعت، 2/34)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

نماز کی سنتوں کے دوران ناپاکی کے دن آ گئے تو نماز کا حکم؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ مسئلہ کتب فقہ میں مذکور ہے کہ نفل نماز کے دوران ماہواری آ گئی، تو وہ نماز فاسد ہو گئی اور بعد میں پاکی کے ایام میں اس نفل نماز کی قضا کرنی ہو گی۔ سوال یہ ہے کہ ان نفل نمازوں میں، سنتیں بھی شامل ہیں یا نہیں؟ شرعی رہنمائی فرما دیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت کے مطابق جس طرح نفل ادا کرتے وقت ماہواری شروع ہو جائے تو نفل کی دوبارہ قضا کرنا، پاکی کے ایام میں ضروری ہوتا ہے، اسی طرح سنتیں ادا کرتے وقت بھی جب حیض آ گیا، تو اس سے سنتیں فاسد ہو جائیں گی اور ان کی بھی قضا کرنا لازم ہو گی۔ کیوں کہ نفل شروع کرنے سے واجب ہو گئے تھے سنتوں کا بھی یہی معاملہ ہے۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، 2/574- تبیین الحقائق، 1/234- بہارِ شریعت، 1/456)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

ذُوالقعدۃ الحرام کے چند اہم واقعات

تاریخ/ماہ/سن	نام/واقعہ	مزید معلومات کے لئے پڑھئے
پہلی ذُوالقعدۃ الحرام 321ھ	یومِ وصال حضرت امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی رحمۃ اللہ علیہ	فیضانِ مدینہ ذُوالقعدۃ الحرام 1438ھ
2 ذُوالقعدۃ الحرام 1367ھ	یومِ وصال خلیفہ اعلیٰ حضرت، مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ	فیضانِ مدینہ ذُوالقعدۃ الحرام 1438 تا 1440ھ اور ”تذکرۂ صدرُ الشریعہ“
8 ذُوالقعدۃ الحرام 5ھ	غزوۂ خندق و شہدائے خندق اس غزوہ میں حضرت سعد بن معاذ سمیت 7 صحابہ کرام شہید ہوئے	فیضانِ مدینہ ذُوالقعدۃ الحرام 1438، 1439ھ اور ”سیرتِ مصطفےٰ، صفحہ 322“
8 ذُوالقعدۃ الحرام 1118ھ	یومِ وصال سلطان محمد اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ	فیضانِ مدینہ ذُوالقعدۃ الحرام 1438ھ
21 ذُوالقعدۃ الحرام 1433ھ	یومِ وصال محبوبِ عطار، حاجی زم زم عطاری	محبوبِ عطار کی 122 حکایات
26 ذُوالقعدۃ الحرام 1370ھ	یومِ وِصال حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ	فیضانِ مدینہ ذُوالقعدۃ الحرام 1438 اور 1439ھ
30 ذُوالقعدۃ الحرام 1297ھ	یومِ عرس والدِ اعلیٰ حضرت، مفتی نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ	فیضانِ مدینہ ذُوالقعدۃ الحرام 1439ھ
ذُوالقعدۃ الحرام 6ھ	واقعہ صلح حدیبیہ وبیعتِ رضوان	فیضانِ مدینہ ذُوالقعدۃ الحرام 1438، 1439ھ اور ”سیرتِ مصطفےٰ، ص 346“
ذُوالقعدۃ الحرام 59 یا 61ھ	وصالِ مبارکہ اُمُّ المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا	فیضانِ مدینہ رجب المرجب 1438ھ اور ”فیضانِ اُمّہاتُ المؤمنین“

اللہ پاک کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔ اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

”فیضانِ مدینہ“ کے شمارے دعوتِ اسلامی کی ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کرکے پڑھئے اور دوسروں کو شیئر بھی کیجئے۔

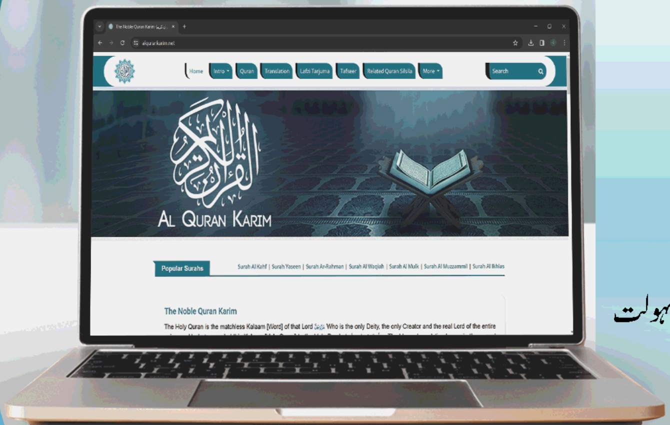

قرآنِ کریم مع ترجمہ تفسیر کی بہترین ویب سائٹ

تلاوتِ قرآنِ کریم کی سہولت

تلاوتِ قرآن سننے کی سہولت

لفظی ترجمہ قرآن کی سہولت

تفسیر صراط الجنان پڑھنے کی سہولت

قرآنِ کریم، ترجمہ اور تفسیر میں الگ الگ سرچ کرنے کی سہولت

اور اس کے علاوہ بہت سے اہم آپشن

نفع میں نقصان نہ کیجئے!

از: شیخِ طریقت، امیرِ اَہلِ سنّت حضرت علّامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّاؔر قادری رضوی دامت بَرَکَاتُہمُ العالیہ

”نیکی“ کرنا، یقیناً ثواب کا کام ہے مگر بعض اَوقات شیطان نیکی کرواکر پھنسا دیتا اور نفع میں نقصان کروا دیتا ہے، مثلاً نیکی کروا کر کسی کو رِیا کاری میں مبتلا کر دیتا ہے، اسی طرح کوئی کام بَظاہِر نیک ہوتا ہے لیکن اُس میں کسی دوسرے کی حق تلفی اور دِل آزاری ہو رہی ہوتی ہے، جیسا کہ کوئی شخص کسی سونے والے کے قریب بلند آواز سے تِلاوت کر رہا ہو، جس کی وجہ سے بار بار سونے والے کی آنکھ کُھل رہی ہو اور وہ بے چارہ دَرخواست بھی کر رہا ہو کہ آہستہ آواز سے تِلاوت کر لیجئے! لیکن تِلاوت کرنے والا کہے کہ ”تُو مجھے قراٰنِ کریم پڑھنے سے روکتا ہے!“ تو یاد رہے کہ ایسی صُورت میں تِلاوت کرنے والا گُناہ گار ہو گا۔ (دیکھئے: غنیۃ المتملی، ص497) یوں ہی بعض لوگ گلی محلے میں آدھی رات تک ایکو ساؤنڈ پر نعت خوانی کر رہے ہوتے ہیں، جس کے سبب گھروں میں لوگ پریشان ہو رہے ہوتے اور بچّے بوڑھے، مریض وغیرہ سو نہیں پاتے۔ یاد رکھئے! اگر محلے کے دو چار آدمی آپ کے ساتھ نعت خوانی میں شریک ہیں تو اِس کا مطلب ہر گز یہ نہیں ہے کہ ایک دِن کا بچّہ، 100 سال کی بُڑھیا اور دِل کا مَریض بھی آپ کی تائید میں ہے کہ خوب ایکو ساؤنڈ چلاؤ! اگر ایسی صُورتِ حال میں کوئی نعت خوانی سے روکتا ہے تو اُس سے کہتے ہیں: ”تو ہمیں نعت خوانی سے روکتا ہے!!“ یوں ہی کچھ لوگ ربیعُ الاوّل شریف کی راتوں میں بڑے بڑے اِسپیکر لگا کر اُن کا رُخ کسی کے گھر کی طرف کر دیتے ہیں جس سے وہ بے چارے سو نہیں پاتے، اور اگر وہ اِس کی شکایت کریں تو بعض اوقات اِسپیکر لگانے والے لڑائی کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب ہم سے شیطان کروا رہا ہوتا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے نیک اور بہت بڑے عاشقِ رسول ہیں۔ ہماری آواز سے بھی کسی کو تکلیف نہیں ہونی چاہئے، یہی وجہ ہے کہ اِحرام والے شخص کے تَلْبِیَہ (یعنی لبّیک) پڑھنے کے متعلق لکھا ہے کہ ”اِسلامی بھائی بہ آوازِ بُلند لَبَّیک کہا کریں مگر آواز اِتنی بھی بُلند نہ کریں کہ اِس سے خود کو یا کسی دوسرے کو تکلیف ہو۔“ (رفیق المعتمرین، ص27)

اللہ پاک ہمیں شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے نیکی کرنے اور اپنی نیکیوں کو ضائع ہونے سے بچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّیْن صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم

(نوٹ: یہ مضمون 5 ستمبر 2020ء کو ہونے والے مدنی مذاکرے سے تیار کرنے کے بعد امیرِ اہلِ سنّت دامت بَرَکَاتُہمُ العالیہ سے نوک پلک درست کروا کے پیش کیا گیا ہے۔)